فرضیت حج

﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ہُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۚ﴿۹۶﴾ فِیۡہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰہِیۡمَ ۬ۚ وَ مَنۡ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ؕ وَ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا ؕ وَ مَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴾ [آلِ عمران: ۳/۹٦، ۹۷]

’’کعبہ جو مکہ میں ہے سب سے پہلا مکان ہے جو لوگوں کی عبادت کے لیے بنا ہے بڑی برکت والا اور سب لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ اس میں کئی نشانیاں ہیں منجملہ ان کے مقام ابراہیم ہے اور جو اس میں داخل ہو بے خوف ہو جاتا ہے جو لوگ کعبہ تک پہنچ سکیں خدا کے حکم سے عمر بھر میں ایک دفعہ حج کرنا ان پر فرض ہے اور جو سرتابی کرے گا خدا تو سب جہان سے بے پرواہ ہے۔‘‘

خاوند کی اطاعت سے متعلق چند احادیث ❶

انتخاب: ابوعمار عبدالرحمٰن بلتستانی

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ كُنْتُ آمِرًا اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْأَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا)) [ترمذی: ۱۱۵۹]

''اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ کسی کو سجدہ کرے تو بیوی کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔''

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے شوہر کی اطاعت کرنے والی عورت کے لیے جنت کی بشارت دی ہے۔ چناں چہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا، وَاَطَاعَتْ زَوْجَهَا قِيْلَ لَهَا، ادْخُلِي الْجَنَّةَ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ)) [مسند احمد: ۱/۱۹۱]

''جب کوئی عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنی آبرو کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو روزِ قیامت اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ۔''

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کون سی عورت سب سے زیادہ اچھی ہے؟ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُ النِّسَاءِ الَّتِيْ تَسُرُّهُ اِذَا نَظَرَ، وَتُطِيْعُهُ اِذَا اَمَرَ، وَلَا تُخَالِفُهُ فِيْ نَفْسِهَا وَلَا مَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ))

''سب سے اچھی عورت وہ ہے کہ جس وقت اس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کردے، جب اسے حکم دے تو بجالائے، اپنی ذات اور مال کے بارے میں خاوند کو ناگوار گزرنے والی بات نہ کرے۔'' [مسند احمد: ۲/۱۵۱]

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خاوند کی اطاعت کرنا تمام خواتین کے لیے واجب ہے اور اس کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ بلکہ ایک حدیث شریف کے مطابق جو بھی عورت اپنے خاوند کی اطاعت نہیں کرتی اس کی نماز قبول نہیں ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((ثَلَاثَةٌ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ آذَانَهُمْ: اَلْعَبْدُ الْآبِقُ حَتّٰى يَرْجِعَ، وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ، وَاِمَامُ قَوْمٍ وَهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ)) [ترمذی: ۳٦۰]

''تین شخص ایسے ہیں کہ ان کی نماز ان کے کانوں سے تجاوز نہیں کرتی۔ بھاگا ہوا غلام یہاں تک کہ واپس آ جائے، دوسری وہ عورت جو اس حال میں رات گزارتی ہے کہ اس کا خاوند اس سے ناراض ہے اور تیسرا وہ آدمی جو کسی قوم کا امام ہے اور وہ اسے ناپسند کرتی ہے۔''

فہرست

قربانی اللہ کے لیے

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ [الانعام: ١٦٣، ١٦٤]

''آپ فرما دیجیے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔''

عید کے دن افضل ترین عمل

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا عَمِلَ آدَمِیٌّ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ اِنَّهٗ لَیَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا)) [ترمذی: ١٤٩٣]

''عید کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی عمل اتنا محبوب نہیں جتنا (قربانی کے جانور کا) خون بہانا محبوب ہے۔ قیامت کے دن اس کے سینگ، کھر اور اس کے بال تک قربانی دینے والے کے میزان میں تولے جائیں گے۔''

خوفِ الٰہی سے خالی دل سے پناہ مانگنے کی دعا

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا یُسْتَجَابُ لَهَا ۔ [مسلم: ٢٧٢٢]

''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسے علم سے جو فائدہ نہ دے، ایسے دل سے جس میں خشیت الٰہی نہ ہو، ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔''

21 تا 27 نومبر 2008ء......(1640)......22 ذی قعدہ 1429ھ

چادر کے مطابق

اداریہ

حافظ احمد شاکر

پاکستان اس وقت اپنی تاریخ کے شدید مالی بحران اور نازک ترین معاشی دور سے گزر رہا ہے۔ 8 سالہ روشن خیال حکومت کے مہلک اقتصادی اقدامات اور حاضر سروس حکمرانوں کی خاموشی نے حکمرانوں کو اس حال تک پہنچا دیا ہے کہ وہ عالمی سودخور یعنی I.M.F کے دروازے پر پھر دستک دینے پر مجبور ہو چکے ہیں۔

پچھلے دنوں صدر آصف علی زرداری اولاً امریکا گئے، پھر برطانیہ، چین اور آخر میں سعودی عرب بھی گئے۔ لیکن اخبارات میں ان کے غیر ممالک سفروں کے ثمرآور تو کیا امید افزا بھی نتائج سامنے نہیں آئے۔ لیکن دوسری المناک حقیقت یہ بھی ہے کہ I.M.F نے جس دن سودی قرض دینے پر آمادگی کا اظہار کر دیا اس سے اگلے ہی دن جناب صدر نے ''صرف'' چالیس عدد وزیروں کی فوج ظفر موج سے حلف لیا جب کہ 15 عدد مشیر اس سے پہلے موجود تھے۔ اخبارات ہی میں آنے والی خبروں کے مطابق حکومت کو ہر وزیر مشیر کم وبیش ایک کروڑ روپے ماہانہ میں پڑتا ہے گویا کم از کم پچاس کروڑ روپے ماہانہ حکومتی اخراجات میں اضافہ قرض کی امید پر کر لیا اور ابھی جناب وزیر اعظم کے بقول تشنگی......یعنی امیدواران وزارت کی دل داری...... باقی ہے۔

وطن عزیز دنیا میں صنعت اور معیشت کے کس مقام پر ہے؟ اور اس کی کابینہ کس سٹینڈ پر کھڑی ہے؟ یہ آپ ملاحظہ فرمالیں:

① ...... ہمارا سالانہ بجٹ کوکا کولا کمپنی کی ایک دن کی سیل کے برابر ہے۔

② ...... ہمارا G.D.P (Gras یعنی ملک کی کل پیداوار) فنڈ یورپ کی ایک منرل واٹر کمپنی کے کل اثاثوں کے برابر ہے۔

⊙ ...... کنیڈا رقبے کے لحاظ سے دنیا کا دوسرا بڑا ملک ہے، اس وقت اس کے وزراء کی تعداد 38 ہے۔

جنوبی امریکا کا سب سے بڑا ملک برازیل، جو رقبے کے لحاظ سے بھارت کے برابر اور دنیا کی دسویں بڑی صنعتی طاقت ہے۔ اس کے کل وزیروں کی تعداد 23 ہے۔

⊙ ...... ہمارا دوست چین جس کی آزادی کی عمر بھی ہم سے کم ہے، اور جس کی آبادی ڈیڑھ ارب ہے۔ مالیاتی ذخائر اور صنعتی پیداوار میں دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے اور دنیا کی دوسری بڑی صنعتی طاقت۔ اس کے وزیروں کی تعداد 25 اور تین نائب وزیر اعظم ہیں۔

⊙ ...... جاپان دنیا کی تیسری بڑی صنعتی طاقت ہے اس میں وزراء کی تعداد 18 ہے۔

⊙ ...... جرمنی دنیا کی چوتھی بڑی صنعتی طاقت ہے۔ اس میں وفاقی وزیروں کی تعداد 15 ہے۔

⊙ ...... برطانیا دنیا کی پانچویں بڑی صنعتی طاقت ہے۔ اس میں وزیروں کی تعداد 22 ہے۔

⊙ ...... فرانس دنیا کی چھٹی بڑی صنعتی طاقت ہے۔ اس میں وزیروں کی تعداد 21 ہے۔

⊙ ...... سعودی عرب دنیا میں تیل پیدا کرنے والا سب سے بڑا ملک ہے جس میں غیر ملکی سب سے زیادہ ہیں۔ اس کے وزیروں کی تعداد 21 ہے۔

⊙ ...... ایران میں وزیروں کی تعداد 21 اور دس نائب صدر ہیں کل 31 ہیں۔

اسی طرح افغانستان میں 25 وزراء، بنگلہ دیش میں 15 وزرا، نیپال میں 13 وزراء، سری لنکا میں 48 وزراء ہیں۔

بھارت میں 79 وزیر ہیں۔ جس کی دو بڑی وجوہات ہیں ایک تو اس کی آبادی سوا ارب یعنی 125 کروڑ...... جب کہ ہماری آبادی 17 کروڑ ہے...... اور دوسری یہ کہ اس وقت اس کے حکمران اتحاد میں 13 اتحادی جماعتیں شامل ہیں۔ (یہ تفصیلات مؤقر روزنامہ ایکسپریس 6 نومبر 2008ء سے ماخوذ ہیں۔)

اس تناظر میں وطن کا بجٹ دیکھئے! اس کے جی ڈی پی کا حجم رکھئے اور اس کے وزارتی میگا پروجیکٹ پر غور فرمائیے۔

....

کاروبار کرنے والوں اور قرض کی عادت سے بچ کر گھر کا بجٹ بنانے والوں کا کلیہ اور اصول یہ ہوتا ہے کہ جب آمدن محدود ہو، اُس میں بڑھوتی کے

آ ثار اور امکانات بھی نہ ہوں، اور اخراجات میں ناگز یر اضافہ ہوجائے تو سیدھی بات ہے کہ اخراجات میں سے کٹوتی کر کے گھر، کاروبار، اداروں اور ملک کا نظام چلایا جاتا ہے۔ اور اسلام بھی اسی چیز کی تعلیم دیتا ہے کہ ''سوچ سمجھ کر خرچ کرنا آدھا معاش ہے۔'' نیز یہ کہ ''میانہ روی سے خرچ کرنے والا کبھی کنگال نہیں ہوسکتا۔'' لیکن حکم ران ہیں کہ اخراجات کم کرنے کی بجائے بڑھاتے چلے جارہے ہیں۔ جب کہ ملک دیوالیہ پن کی طرف لڑھک رہا ہے۔ دنیا میں ہمارے اعتماد کا یہ حال ہے کہ جن سجنوں اور دوستوں کے پاس ہم کشکول لے کر گئے انھوں نے ......اخبارات کے مطابق ......منصوبے مکمل کرنے کی پیشکش کی ہے لیکن نقد نہ دارد۔

غیر ملکی سرمایہ کاری کا حال یہ ہے کہ سابقہ ادوار کی جو بعض روداد یں اب طبع ہورہی ہیں ان کے مطابق غیر ملکی سرمایہ کار ہمارے اقتصادی چرب زبانوں کے سبز باغوں ......یعنی مزعوم نفع بخش منصوبوں...... کے بعد جب یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا اہل پاکستان ......سیاست دان، صنعت کار، تاجر اور اعلیٰ مناصب کے حامل افراد......کا سرمایہ وطن ہی میں ہے یا باہر لے جارہے ہیں؟ تو جواب ملتا ہے کہ باہر ہے۔ تو سائل کہتا ہے کہ اگر آپ کے اہل وطن اپنے وطن سے سرمایہ باہر لے جارہے ہیں تو پھر ہم کیوں اپنا سرمایہ یہاں لگائیں۔ اسی طرح اگلا سوال یہ کیا جاتا ہے کہ آپ کے تاجر اور صنعت کار کیا غیر ممالک میں سرمایہ کاری کررہے ہیں؟ تو جب اس کا جواب مثبت دینا پڑتا ہے تو پھر وہی بات دہرائی جاتی ہے کہ اگر پاکستانی پاکستان میں سرمایہ کاری نہیں کررہے ہیں تو پھر ہم کیوں کریں؟

ابھی پچھلے ہفتے اخبارات میں سرمایہ باہر منتقل کیے جانے اور پاکستانی روپے......کو غیر مستحکم جان کر...... سے ڈالر خریدنے ......اُسے مستحکم جان کر ......اور ذخیرہ کرنے کا سکینڈل سامنے آیا تو بہ ظاہر تو ایک مرتبہ ہل چل مچ گئی۔ لیکن کچھ اہم چہروں سے نقاب الٹنے کا خدشہ نظر آنے پر وہ سب ہلچل دھیمی ہونے لگ گئی۔ ترسیل کا عالمی نظام طاغوت کے اس قدر کنٹرول میں آچکا ہے کہ ایک روپیہ بھی جب پاکستان سے باہر جاتا ہے تو پاکستان کیا امریکا کے علم میں بھی وہ تفصیلات آجاتی ہیں۔ بینکوں سے چیک کیش کرانے کی کٹوتی اور جملہ سرمایے کو بینک سے بینک ہی کے ذریعہ منتقل کرنے کی ساری پالیسیاں اسی باعث ہی تو ہیں۔ ان سب سنسنی خیزیوں اور خبروں سے مترشح تو یہ ہوتا ہے کہ کہیں کسی ڈیل میں کوئی بھتہ اس ''فساد فی الناس'' کا باعث نہ بن گیا ہو۔

ہاں تو بات چل رہی تھی میگا وزارتی پروجیکٹ کی تو جناب ابھی آپ مزید وزیروں کا انتظار کریں۔ بعض ستم گر تو یہ بھی کہتے ہیں کہ......اللہ کرے...... جونہی کسی بھی طرح کی کوئی بھاری امداد...... چاہے زلزلہ زدگان ہی کے نام پر......ڈالروں کی شکل میں آئے اسی دن ہی انتظار کرنے والوں کی انتظار کی گھڑیاں ختم ہوجائیں گی۔ لہٰذا ہمیں چادر کے مطابق پاؤں پھیلانے چاہئیں۔

''عوامی خدمت''

پچھلے ہفتے ایک دلچسپ خبر پڑھنے کو ملی کہ باہر سے آنے والی گندم کو آٹا بنا کر باہر بھیجا جاسکتا ہے۔ یعنی گندم منگوا کر نفع کمانے والے دوبارہ آٹا بنا کر مزید کمائیں گے سبحان اللہ۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ اہم خدمت بلکہ تجارت ہم یا ہم جیسے کرسکیں گے؟ ممکن ہی نہیں پاکستانی جمہوریت اسی کو کہتے ہیں کہ اپنوں کو جن عنایتوں اور نوازشوں سے نوازا جانا ممکن ہو ضرور نوازا جائے کہ ہر حکم ران پارٹی کی پسندیدہ جمہوریت یہی ہوتی ہے اور عوامی ''خدمت'' اسی کا نام ہوتا ہے۔

ضلال وزلل:

اسلامی نظریاتی کونسل کے لبرل اور متجدد علماء نے یہ فتویٰ جاری فرمایا ہے کہ بیوی کو دی گئی زبانی طلاق واقع نہ ہوگی بلکہ......صرف تحریری طلاق واقع ہوگی ......بیوی کو طلاق لینے......جب کہ شریعت میں خلع کی صورت پہلے ہی موجود ہے......کا حق بھی عطا کردیا گیا ہے جو ظاہر ہے خلع سے کوئی الگ صورت ہی ہوگی۔

تاریخ شاہد ہے کہ امت مسلمہ میں نصوص اسلام کے برعکس اجتہادات کبھی مسلمانوں میں نہ رائج ہوسکے اور نہ کبھی امت نے ان کو قبول بخشا ہے۔ عمل گریز اور اباحیت پسند طبقے کو کبھی کبھی ابکائیاں آتی رہتی ہیں۔ فاما الزبد فیذهب جفاء الرعد۔ بہرصورت اس کے خلاف احتجاج میں الاعتصام بھی اپنی منحنی آواز شامل کرتا ہے اور حکومت سے تقاضا کرتا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کو اردو وانگریزی سے دین سیکھنے والے علماء سے نجات دلا کر مستند اور ثقہ علماء، فضلاء اور فقہاء پر مشتمل ایسی کونسل تشکیل دی جائے جس میں ہر مکتب فکر کے اہل علم کو شامل کر کے ان کو مساوی نمائندگی دی جائے تا کہ مسلمان ان اردو خواں علما کے ضلال وزلل (گم راہی اور پھسلن) سے بچ سکیں۔

مسائل قربانی

حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ

ان الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادی له وأشهد أن لا اله الا الله وحده لا شرك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله .

﴿ يأيها الذين آمنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن الا وأنتم مسلمون o يأيها الناس اتقوا ربكم الذی خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالا كثيرا ونساء واتقوا الله الذی تسآء لون به والأرحام ان الله كان عليكم رقيبا o يأيها الذين آمنوا اتقوا الله وقولوا قولا سديدا o يصلح لكم أعمالكم ويغفرلكم ذنوبكم ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظيما ﴾ ... أما بعد!

عربی زبان میں قربانی کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ اوران کی وضاحت:

قربانی کے لیے عربی زبان میں کئی الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ مناسب ہے کہ ان کی کچھ وضاحت کردی جائے۔

① ......ھَدْیٌ: ایک لفظ استعمال ہوتا ہے "ھَدْیٌ"۔ اللّٰہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمایا:

﴿ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَ لَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ وقفة فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ﴾ [البقرة: ۲/۱۹۶]

اس آیت کریمہ میں لفظ "ھدی" تین مرتبہ آیا ہے۔ اَور بھی کئی مقامات میں قرآنِ مجید میں یہ لفظ آیا ہے۔

"ھـــدی" اس قربانی کو کہا جاتا ہے جو عمرہ کرنے والے اور حج کرنے والے مکہ مکرمہ میں کرتے ہیں، بشرطیکہ وہ چھترے بکرے یا گائے اور اونٹ کی جنس سے ہو۔ اس پر ہدی کا لفظ بولا جاتا ہے۔

② ......بُدْنٌ: ایک لفظ "بُدْنٌ" ہے۔ عربی زبان میں خاص قربانی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ الْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ؕ ﴾

[الحج: ۲۲/۳۶]

لفظ "بُدْنٌ" بَدَنَةٌ کی جمع ہے۔ ایک آدمی اپنی اونٹنی کو ہانکتا ہوا جارہا تھا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((فَارْكَبْهَا)) "تو اس پر سوار ہوجا" وہ کہنے لگا: اِنَّهَـــا بَـــدَنَةٌ "یہ قربانی ہے" نبی ﷺ نے پھر بھی فرمایا: ((فَارْكَبْهَا)) مقصد یہ تھا کہ ٹھیک ہے یہ بَدَنَہ ہے لیکن تم اس پر سوار ہوسکتے ہو۔

بـــدنة اس اونٹ یا اونٹنی کو کہا جاتا ہے جس کو عمرہ اور حج کرنے والا قربانی کرتا ہے یعنی یہ لفظ اونٹ اور اونٹنی کے لیے خاص ہے۔ بکرے چھترے پر یہ لفظ استعمال نہیں ہوتا البتہ گائے بیل پر یہ لفظ شاذ ونادر استعمال ہوجاتا ہے۔

③ ......اَضْحَاةٌ: قربانی کے لیے عربی زبان میں ایک لفظ "اَضْحَاةٌ" بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کی جمع اَضْحٰی بنتی ہے۔ اَضحَاۃ اس قربانی کو کہا جاتا ہے جو بڑی عید کے موقعے پر ہم گھروں میں کرتے ہیں۔

ایک ہوتو اضحاۃ زیادہ ہوں تو اضحی ۔

حاجی لوگ اور عمرہ کرنے والے مکہ میں جو قربانیاں کرتے ہیں اُن کے لیے اضحیٰ کا لفظ نہیں بولا جاتا۔ اسی مناسبت سے عید کا نام ''عید الاضحیٰ'' ہے۔ بہت سے لوگوں کو اس کا علم ہی نہیں، وہ 'عید الضحی' لفظ بولتے ہیں اور کئی لوگ ایسا لکھ بھی دیتے ہیں۔ حالاں کہ ضحیٰ لفظ عَشِيَّةٌ کے مقابلے میں ہے اور عَشِيَّة کہتے ہیں دن کے پچھلے پہر کو، جب کہ ضحیٰ کہتے ہیں دن کے پہلے پہر چاشت کو۔ قربانی اس کا معنی نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''اللہ نے تمھیں جاہلیت کے اُن دو دنوں کے مقابلے میں جو تم لوگ جاہلیت میں مناتے تھے، دو دن دیے ہیں: ایک یوم عید الفطر اور دوسرا یوم عید الاضحیٰ یا یوم الاضحیٰ۔''

پس لفظ اضحی قربانیوں کے معنی میں اضحاۃ کی جمع ہے۔

④ ...... ضَحِيَّةٌ: ایک لفظ ''ضَحِيَّة'' بھی قربانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جو قربانی ہم گھروں میں کرتے ہیں اس پر یہ لفظ بھی استعمال ہوتا ہے، اس کی جمع ہے ضَحَايَا۔ جس طرح خَطِيئَةٌ (گناہ) کی جمع خَطَايَا اور مَطِيَّة (سواری) کی جمع مَطَايَا۔ اسی طرح ضَحِيَّةٌ کی جمع ضَحَايَا۔ حدیث کی کتابوں میں باب یا کتاب منعقد کی ہوتی ہے: ''بَابُ الضَّحَايَا'' یا ''كِتَابُ الضَّحَايَا'' یعنی ''قربانیوں کی کتاب یا قربانیوں کا باب''

⑤ ...... اُضْحِيَةٌ: ایک لفظ ''اُضْحِيَةٌ'' بولا جاتا ہے۔ یہ لفظ بھی ان قربانیوں پر بولا جاتا ہے جو ہم گھروں میں کرتے ہیں۔ اس کی جمع ہے ''اَضَاحِي''۔ ایک بہت مشہور روایت میں بھی یہ الفاظ آئے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا: مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِي؟ یعنی گھروں میں جو قربانیاں ہم کرتے ہیں یہ کیا چیز ہے، ان کی حقیقت کیا ہے؟

قربانی کی فضیلت:

اس میں کوئی شک نہیں کہ قربانی بہت فضیلت والا کام ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت پسندیدہ ہے۔ مگر اس کی فضیلت میں آنے والی اکثر روایات ضعیف ہیں، کمزور ہیں۔ چناں چہ سنن ترمذی کے شارح ''عارضۃ الاحوذی'' کے مؤلف ''ابن العربی'' فرماتے ہیں:

" لَيْسَ فِيْ فَضْلِ الْاُضْحِيَةِ حَدِيْثٌ ۔"

''گھروں میں جو قربانیاں کی جاتی ہیں ان کی فضیلت میں ایک روایت بھی رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت نہیں۔''

یعنی جتنی روایتیں بھی آتیں ہیں سب کمزور ہیں۔ جن میں اُضْحِيَةٌ یا ضَحِيَّةٌ کا نام لے کر فضیلت بیان کی گئی ہے۔ لیکن عام احادیث سے قربانی کی فضیلت نکل آئے تو وہ صحیح ہیں۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''دوسرے دنوں کی نیکی ان دس دنوں (یعنی ذوالحجہ کے دس دنوں) کی نیکی سے زیادہ محبوب نہیں۔''

ذوالحجہ کا دسواں دن قربانی والا ہی ہوتا ہے۔ اس حدیث سے قربانی کی فضیلت بھی نکل آئی۔ خاص نام لے کر قربانی کی فضیلت والی روایتیں کمزور ہی ہیں۔ ☆ واللہ اعلم

قربانی کی شرعی حیثیت:

قربانی عمرہ کرنے والے پر فرض نہیں۔ کوئی شخص صرف عمرہ ہی کر رہا ہے، وہ چاہے تو قربانی کر لے چاہے تو نہ کرے۔ اگر نہیں کرے گا تو عمرہ ہو جائے گا، وہ گنہگار نہیں ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کبھی عمرے پر قربانی کر لیتے تھے اور کبھی نہیں کرتے تھے۔

اسی طرح کوئی شخص اکیلا حج ہی کر رہا ہے، جس کو ''حج اِفراد'' کہتے ہیں یعنی ساتھ عمرہ نہیں کر رہا اس پر بھی قربانی فرض نہیں۔ البتہ اگر ثواب لینے کے لیے کرتا ہے تو ٹھیک ہے۔ اگر نہیں کرے گا تو وہ مجرم نہیں، اس کا حج ٹھیک ہوگا۔

ہاں حج اور عمرہ دونوں اکٹھے حج کے دنوں میں کر رہا ہے، خواہ وہ ''تمتُّع'' کی صورت ہے یا ''قِران'' کی صورت ہے، اس کے لیے قربانی فرض ہے۔ تمتع کرنے والے پر بھی یعنی عمرہ کر کے احرام کھول

☆ ...... سورۃ الانعام کی آیت نمبر ﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ ...... ﴾ الخ نیز سورۃ الکوثر کی آیت ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ سے بھی قربانی کی فضیلت عیاں ہے، نیز اللہ تعالیٰ کے خلیل ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربانی والا واقعہ قرآن میں بیان ہوا ہے، اُس سے بھی قربانی کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ حافظ صاحب کا اشارہ چند مخصوص روایات کے ضعف کی طرف ہے۔ [ع۔و]

دیتا ہے۔ اور آٹھ ذوالحج کو نئے سرے سے احرام باندھ کر حج کرتا ہے، اس پر قربانی فرض ہے۔ اور جس نے عمرہ کرکے احرام نہیں کھولنا حج کرکے پھر احرام کھولتا ہے، دونوں اکٹھے کرتا ہے اس پر بھی قربانی فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ﴾ [البقرة: ۲/۱۹٦]

اس آیت کریمہ میں تمتع کا معنی عام مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''جو قربانی اس کے لیے میسر ہے وہ قربانی کرلے۔'' اگر قربانی کی ہمت نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلاَ ثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ط تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ﴾ [البقرة: ۲/۱۹٦]

''پس جو شخص طاقت نہیں پاتا، تین روزے حج کے دنوں میں اور سات روزے واپس آکر دس روزے رکھے گا۔''

گھروں میں جو قربانی کی جاتی ہے اس کے متعلق کچھ اہل علم فرماتے ہیں کہ فرض واجب ہے۔ اور کچھ اہل علم کہتے ہیں کہ فرض واجب نہیں، کرے گا تو ثواب ہے، نہیں کرے گا تو گنہگار نہیں ہوگا۔

صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ فرض واجب ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ہے، اور حدیث کی دوسری کتب میں بھی آتا ہے۔ جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے قربانی کا جانور عید کی نماز سے پہلے ذبح کردیا ہے وہ اس کی جگہ اور جانور ذبح کرے۔''

رسول اللہ ﷺ حکم دے رہے ہیں، گنجائش کہیں بھی نہیں آتی۔ یعنی یہ نہیں فرمایا کہ چاہے تو وہ اس کی جگہ جانور ذبح کردے چاہے تو نہ کرے۔ گنجائش آپ ﷺ نے نہیں دی۔ آپ ﷺ نے ایسا کوئی لفظ نہیں بولا یا جس سے گنجائش نکلتی ہو۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ قربانی فرض ہے، واجب ہے، ضروری ہے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اگر وہ صاحب نصاب ہے تو پھر اس پر قربانی واجب ہے۔ اگر صاحب زکوٰۃ نہیں تو پھر اس پر قربانی واجب نہیں۔ لیکن نبی کریم ﷺ کی سنت وحدیث میں قربانی کے فرض ہونے کے لیے صاحب نصاب ہونے کی شرط نہیں آئی، نہ قرآنِ مجید میں ہی ہے۔ ہاں اگر وہ صاحب استطاعت ہے تو پھر اس پر قربانی واجب اور فرض ہے۔ خواہ صاحب نصابِ زکوٰۃ ہے یا صاحب نصابِ زکوٰۃ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ [البقرة: ۲/۲۸٦]

''اللہ تعالیٰ کسی پر اُس کی ہمت طاقت سے بڑھ کر پابندی عائد نہیں کرتا۔''

چناں چہ ہمت استطاعت ہے تو پھر وہ قربانی کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

" مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا ۔"

''جس کے پاس قربانی کرنے کی استطاعت ہے وسعت ہے پھر وہ قربانی نہیں کرتا تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔''

یعنی صاحب استطاعت ہونے کے باوجود قربانی نہیں کررہا تو پھر وہ عیدگاہ کے قریب کیوں آتا ہے؟ اتنی قربانی کی اہمیت ہے۔

بعض روایات میں اس بات کو نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس کی صحت میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بہرحال ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول موقوف ثابت ہے۔

چناں چہ قربانی کا حکم یہ ہے کہ جس کے پاس استطاعت ہے وہ قربانی ضرور کرے۔ واجب ہے فرض ہے۔ ☆

قربانی کا جانور کیسا ہو؟

قربانی کے جانور کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان صحیح مسلم میں موجود ہے کہ

《 لَا تَذْبَحُوْا اِلَّا مُسِنَّةً 》 [صحیح مسلم:]

''نہ تم ذبح کرو مگر دو دانتا۔''

☆......قربانی کی مشروعیت تو قطعی طور پر ثابت ہے، تاہم اس کے حکم کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے جیسا کہ حافظ صاحب موصوف نے اشارہ کردیا ہے۔ حافظ صاحب کا رجحان فرض کی طرف ہے، جب کہ جمہور اہل علم اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں۔ مگر استطاعت کے باوجود اس کے ترک کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ [ع۔و]

''مُسِــنَّـــــہ'' کی وضاحت: دو دانتا یا دو دانتا کے اوپر جانور ''مُسِنَّۃٌ'' کہلاتا ہے۔ یہ سِنٌ سے مشتق ہے اور سِنٌ دانت کو کہتے ہیں۔ صاحب قاموس نے لکھا ہے کہ مســنۃ کا لفظ جانور پر اس وقت بولا جاتا ہے **اِذَا طَـلَـعَ سِنُّـہٗ**۔ جب اس کا دودھ کا دانت گر پڑے اور دوسرا دانت نکل آئے یا نکلنا شروع ہو جائے۔ تو دانت دو یا چار نکل آئیں یا اس سے زیادہ تو وہ مسنہ ہی کہلائے گا۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نے ''نیل الاوطار'' میں واضح طور پر لکھا ہے:

اَلْمُسِنَّۃُ ھِیَ الثَّنِیَّۃُ فَمَا فَوْقَھَا ۔

''مسنہ دو دانتا یا دو دانتا سے اوپر پر بولا جاتا ہے۔''

تو حدیث نبوی **((لَا تَـذْبَـحُـوْا اِلَّا مُسِنَّۃً))** کا مطلب یہ ہے کہ بس دو دانتا جانور ہی ذبح کرنا چاہیے، اس سے نیچے کھیرا جانور تم ذبح نہیں کر سکتے۔ کھیرا خواہ کچا ہے، خواہ پکا ہے، چھ مہینوں کا ہے، آٹھ مہینوں کا ہے یا دس مہینوں کا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا تقاضا یہی ہے کہ دو دانتا سے نیچے کی قربانی کرنی ہی نہیں۔

((اِلَّا اَنْ یَعْسُرَ عَلَیْکُمْ))

''ہاں اگر تمہارے اوپر دو دانتوں والے جانور میں دشواری پیش آ رہی ہے۔''

((فَتَذْبَحُوْا جَذْعَۃً مِنَ الضَّأْنِ))

''تو بھیڑ، چھترے، دنبے والی جنس سے جذعہ کر سکتے ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اونٹ گائے بکرا، ان تین جنسوں میں سے نیچے قربانی ہوتی ہی نہیں۔ ہاں دشواری کی صورت میں بھیڑ چھترے کی جنس سے دو دانتے سے نیچے جذعہ کر سکتے ہیں۔ اگر دشواری نہیں تو پھر بھیڑ کی جنس سے بھی دو دانتا سے نیچے نہیں کر سکتے، دو دانتا ہی کرو گے۔

'جـذعـہ' کا لفظ عربی زبان میں کس پر بولا جاتا ہے؟ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ صحیح ترین قول یہ ہے: ماله سنة تامة ''بھیڑ، چھترے، دنبے کی جنس میں سے ان کے بچے پورے ایک سال کے ہو جائیں تو وہ جذعۃ ہیں۔ سال سے کم ہے تو وہ جذعۃ نہیں۔ کچھ اقوال کی بنیاد پر سال سے کم پر بھی جذعۃ بولا جاتا ہے۔

جھگڑے میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ سال والے کو بالاتفاق تمام جذعۃ مانتے ہیں۔ سال سے کم والے کو کچھ لوگ جذعۃ مانتے ہیں کچھ جذعۃ نہیں مانتے۔ مسئلہ قربانی کا ہے، لہٰذا آپ جھگڑے والی بات کو چھوڑ دیں اور اتفاق والی بات کو تسلیم کر لیں۔ ایک سال والے کو جذعۃ سب تسلیم کر رہے ہیں۔ اہل لغت کی بات سے بھی تائید اسی بات کو حاصل ہوتی ہے۔

دشواری کی صورت کیا ہے؟ دشواری کی دو صورتیں ہیں:

①...... یہ کہ دو دانتا جانور مل ہی نہیں رہا، منڈی میں تلاش کرنے کے باوجود مل نہیں رہا۔

②...... دوسری صورت یہ ہے کہ مل تو رہا ہے۔ لیکن اس کے پیسے بہت زیادہ ہیں، اتنی قیمت یہ ادا نہیں کر سکتا ہے۔ اس قیمت سے وہ دو دانتا نہیں خرید سکتا۔

ان دونوں صورتوں میں (مال کی کمی، یا نہ ملنے کی صورت میں) وہ ایک سال کا کھیرا دنبے چھترے بھیڑ کی جنس سے کر سکتا ہے۔

ایک اعتراض:

اس روایت پر کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں۔

جواب:

یہ اعتراض صحیح نہیں۔ روایت صحیح ہے، صحیح مسلم میں آتی ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس کو صحیح سمجھا ہے، اسی لیے اسے اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی حدیث امام مسلم کے نزدیک صحیح نہ ہو اور اس کو اپنی صحیح میں جگہ دے دیں۔ البتہ اس طرح ہو جاتا ہے کہ کوئی حدیث امام مسلم کے نزدیک صحیح ہوتی ہے، امام مسلم اس کو اپنی صحیح میں جگہ نہیں دیتے، ایسی کئی احادیث موجود ہیں۔ لیکن جن احادیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے وہ صحیح ہی ہیں ضعیف نہیں۔ کیوں کہ امام مسلم نے یہ شرط لگائی ہے کہ میں نے اپنی کتاب میں صرف صحیح صحیح احادیث ہی درج کی ہیں، اور یہ روایت صحیح مسلم میں

موجود ہے لہٰذا یہ روایت صحیح ہے۔

اس حدیث پر اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس میں ایک راوی ابوزبیر محمد بن مسلم بن تدرس میں تدلیس پائی جاتی ہے، وہ ''عـن'' کے لفظ سے روایت کرتا ہے۔ ''عـن جابر'' اس لیے یہ روایت کمزور ہے۔ جب کہ صحیح مسلم کی روایت ‹‹الا ان یعسر علیکم›› میں ابوزبیر کا سماع جابر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ اور دیگر اہل علم نے کہا ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اہل تدلیس رواۃ کی احادیث سماع پر محمول ہیں۔ کیوں کہ شیخین نے جانچ پڑتال کر کے جب ان کا سماع ثابت ہوا ہے تب ان کو اپنی صحیح میں جگہ دی ہے۔ اس قاعدے اور اصول سے شیخین غافل تو نہیں تھے، وہ اس کا لحاظ رکھتے ہیں۔ بلکہ صحیح بخاری پڑھنے والے جانتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ ایک حدیث سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور اس میں کوئی راوی تدلیس والا آیا ہوتا ہے اور وہ لفظ ''عن'' سے بیان کر رہا ہوتا ہے۔ دوسری سند امام بخاری ایسی بیان کرتے ہیں جس میں سماع کی صراحت ہوتی ہے، یا ایسی دلیل ملتی ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ یہاں تدلیس والا نقص موجود نہیں۔ کئی دفعہ امام بخاری دو دو یا تین تین سندیں بھی بیان کر دیتے ہیں۔ اس اصول اور قاعدہ کا امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم کو بھی پتا تھا۔ جب امام مسلم رحمہ اللہ اس کو اپنی صحیح میں درج کر رہے ہیں تو یہ صحیح ہی ہے سماع اس کا ثابت ہے۔ صحیح ابی عوانہ یا مسند ابی عوانہ میں اسی حدیث کے سماع کی تصریح موجود ہے، امام مسلم تو پہلے ہی اس کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ البتہ معترضین کو بھی صحیح تسلیم کر لینی چاہیے جو کہتے ہیں کہ اس کے سماع کی تصریح نہیں ہے۔

صحیح مسلم میں جو مدلسین راوی آتے ہیں ان کے متعلق ایک کتاب چھپی ہے جو سعودی عرب کے کسی عالم نے لکھی ہے، مارکیٹ میں آ گئی ہے۔ اس میں بھی انھوں نے اس کے سماع کی تصریح کی ہے۔

''حرمین شریفین''، جہلم سے ایک رسالہ چھپتا ہے، اس کے کسی پرانے شمارے میں اسی حدیث کے متعلق مسنہ اور جذعہ کے موضوع پر ایک مضمون چھپا تھا، اس میں بھی لکھا تھا کہ صحیح ابی عوانہ یا مسند ابی عوانہ میں اس کے سماع کی تصریح موجود ہے۔ پھر مسنہ کی شرط اس حدیث کے علاوہ دوسری احادیث میں بھی موجود ہے کہ مسنہ ہونا ضروری ہے۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث صحیح بخاری میں متعدد الفاظ سے آئی ہے۔ ایک لفظ اس کے یہ ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بکریاں دیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر قربانی کے لیے تقسیم کر دوں۔ وہ فرماتے ہیں میں نے تقسیم کر دیں، سال کا ایک بکروٹا بچ گیا، ایک 'عتـود' بچ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میں نے عرض کی کہ یہ ایک بچ گیا ہے، یہ سال کا ہے، عتود ہے۔ مقصد یہ تھا کہ مسنہ نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''یہ آپ کر لیں اور ساتھ یہ بھی فرمایا: ‹‹لَا تُجْزِئُ جَذَعَةٌ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ›› ''کہ تمہارے سوا جذعہ کسی سے کفایت نہیں کرے گا۔''

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جذعہ کسی سے کفایت نہیں کرے گا۔

سیاق وسباق ٹھیک ہے وہ بکری کا ہی آ رہا ہے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے الفاظ میں بکری کی شرط نہیں لگائی، یہ نہیں فرمایا: ‹‹لَا تُجْزِئُ جَذَعَةٌ مِنَ الْمَعْزِ›› ''کہ بکری کا جذعہ کسی سے کفایت نہیں کرے گا۔'' یعنی معز (بکری) والی شرط آپ نے نہیں لگائی۔ اور گرامر کا قاعدہ ہے کہ نکرہ نفی کے حیز میں آ جائے تو وہ عموم کا فائدہ دیتا ہے، عموم میں نص ہوتا ہے۔ جذعۃ نکرہ ہے لا تجزی نفی کے بعد نفی کے حیز میں آ رہا ہے یہ عموم کا فائدہ دے گا۔ مطلب یہ ہے کہ کسی قسم کا کوئی جذعہ بھی تیرے بعد کسی سے بھی کفایت نہیں کرے گا۔ کھیرا جانور موٹا تازہ ہے، بکری کی جنس سے ہے، اونٹ کی جنس سے ہے۔ گائے کی جنس سے ہے بھیڑ کی جنس سے ہے، اس کا رنگ کوئی بھی ہو۔ فرمایا:

‹‹لَا تُجْزِئُ جَذَعَةٌ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ››

''وہ کسی سے بھی کفایت نہیں کرے گا۔''

پھر ایک حدیث میں یہ بھی لفظ آتے ہیں کہ ایک صحابی نے فرمایا:

هِيَ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ ۔

''میرے پاس کھیرا جانور ہے ویسے دو دانتے سے اچھا ہے بہتر ہے۔''

کئی جانور کھیرے ہوتے ہیں لیکن وہ دو دانتوں والے سے اچھے ہوتے ہیں۔ اس بات پر ذرا غور کریں کہ اس صحابی کے پاس صرف کھیرا جانور باقی رہ گیا تھا۔ اور وہ صحابی نبی ﷺ سے مسئلہ پوچھ رہا ہے کیا میں کھیرا جانور قربانی کرلوں؟ اگر کھیرا جانور قربانی کے لیے ہوجاتا ہے۔ تو وہ صحابی مسئلہ کیوں پوچھ رہا ہے؟

نبی کریم ﷺ نے مسئلہ تو بتایا ہی تھا:

《 نِعْمَتِ الْأُضْحِيَّةُ الْجَذَعَةُ مِنَ الضَّأْنِ 》 یا 《 اِنَّ الْجَذَعَ يُوَفِّيْ مِمَّا يُوَفِّيْ مِنْهُ الثَّنِيُّ 》

(اگر بقول ان حضرات کے جو کھیرا کو بغیر دشواری کے قربانی کے لیے جائز قرار دیتے ہیں) یہ اعلان نبی کریم ﷺ کا تھا تو پھر صحابی نبی کریم ﷺ سے مسئلہ کیوں پوچھتا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مسئلہ پوچھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بھی علم میں تھا کہ کھیرا جانور نہیں ہوتا۔ اسی لیے وہ مسئلہ پوچھنے کے لیے آیا ہے اور ساتھ ''خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ'' بھی کہہ رہا ہے کہ شاید مجھے اجازت مل جائے۔

صحیح احادیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ مسئلہ بتایا ہوا تھا کہ دو دانتے سے نیچے کی قربانی نہیں ہوتی۔ اسی لیے وہ کھیرے کے متعلق مسئلہ پوچھنے آئے تھے۔ تو مسئلہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا تقاضا ہے کہ صرف مسنہ دو دانتوں والے جانور کی قربانی کی جائے، اگر دشواری ہے تو پھر بھیڑ کے ایک سال کے بچے کی قربانی کرلی جائے۔

《 نِعْمَتِ الْأُضْحِيَةُ الْجَذَعَةُ مِنَ الضَّأْنِ 》

اس حدیث کا تذکرہ آ گیا ہے تو اس پر بھی ذرا غور کرلیں کہ یہ روایت ان الفاظ سے ثابت نہیں، یہ صحیح نہیں۔

《 اِنَّ الْجَذَعَ يُوَفِّيْ مِمَّا يُوَفِّيْ مِنْهُ الثَّنِيُّ 》

یہ روایت سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔ لیکن اس میں جذعہ کی قید کوئی نہیں آئی کہ یہ کھیرا اونٹ کا گائے کا یا بکری کا بھیڑ کا، کس کا؟ ہو قید کوئی نہیں آتی عام ہی ہے۔

یہاں سے تو پتا چلتا ہے کہ کھیرا وہاں کفایت کرجاتا ہے جہاں دو دانتا کفایت کرتا ہے۔

اگر اس حدیث کو سامنے رکھیں تو سارے کھیرے جائز ہونے چاہئیں۔ صحیح روایت میں نبی کریم ﷺ جو فرما رہے ہیں کہ سال کا کھیرا صرف تو کرلے اور کسی سے کفایت نہیں کرے گا۔ یہ حدیث کدھر جائے گی۔

اس حدیث سے اور 《لا تذبحوا الا مسنة》 سے اس حدیث کی تخصیص کی جائے گی، اور مطلب یہ نکلے گا کہ دو دانتا جانور اوپر والا نہیں مل رہا تو بھیڑ کا کھیرا جانور کفایت کرجائے گا۔

مجاشع سلمی کی اس حدیث میں ''اِنَّ الْجَذَعَ يُوَفِّيْ مِمَّا يُوَفِّيْ مِنْهُ الثَّنِيّ'' میں تفصیل موجود ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں تھے تو دو دانتوں والے جانوروں کی کمی ہوگئی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے دو دو کھیرے تین تین کھیرے دے کر ایک دو دانتوں والا جانور خریدا۔ اس موقعے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''اِنَّ الْجَذَعَ يُوَفِّيْ مِمَّا يُوَفِّيْ مِنْهُ الثَّنِيّ''

اس روایت کے سیاق وسباق سے بھی پتا چلتا ہے کہ جذعہ وہاں کفایت کرتا ہے جہاں مسنۃ ملنے میں دشواری ہو۔ اور وہ جذعہ بھی بھیڑ چھترے دنبے کی جنس کا ہو، بشرطیکہ دو دانتوں والا نہ ملتا ہو تو۔ اور دوسری تین جنسیں بکرے گائے اونٹ یہ کسی بھی صورت میں دو دانتے سے نیچے والے قربانی نہیں کیے جاسکتے۔ کئی لوگ سال کا بکرا دو سال کی گائے اور چار سال کا اونٹ قربانی ذبح کردیتے ہیں یہ درست نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی مخالفت ہے۔ کہ دو دانتا سے نیچے کی قربانی ہوتی ہی نہیں۔ [جاری ہے]



(قسط نمبر ۵) آخری

خواتین سے متعلقہ مخصوص مسائل

از فضیلة الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ

اردو قالب: ابوحمزہ پروفیسر سعید مجتبیٰ السعیدی (فاضل مدینہ یونیورسٹی)

فصل ششم

نفاس اور اس کے مسائل:

نفاس: کسی خاتون کے ہاں بچے کی ولادت کے سبب ولادت کے ساتھ یا بعد یا اس سے دو تین دن قبل دردِ زہ کے ساتھ جاری ہونے والے خون کو ''نفاس'' کہتے ہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ہے: جب عورت کو دردِ زہ شروع ہو اور اس دوران اسے خون جاری ہو وہ نفاس کہلاتا ہے۔ انھوں نے اسے ولادت سے دو یا تین دن پہلے کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ ان کی مراد ایسا درد ہے جس کے بعد بچے کی ولادت ہو۔ اگر ولادت نہ ہو تو وہ ''نفاس'' نہیں۔

نفاس کی کم ازکم یا زیادہ سے زیادہ مدت کے بارے میں اہل علم کے اقوال مختلف ہیں۔

شیخ تقی الدین رحمہ اللہ اپنے رسالہ "الاسماء التی علق الشارع الاحکام بھا" کے صفحہ ۳۷ پر رقم طراز ہیں:

''نفاس کی کم ازکم یا زیادہ سے زیادہ مدت کی کوئی حد نہیں۔ مثلاً اگر کسی عورت کو چالیس، ساٹھ یا ستر دن تک خون آئے اور اس کے بعد منقطع ہوجائے تو وہ نفاس ہوگا اور اگر خون مسلسل آتا رہے تو وہ بیماری ہے۔ ایسی صورت میں نفاس کی حد چالیس دن ہے۔ کیوں کہ آثار کے بیان کے مطابق بالعموم نفاس زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ایسی صورت میں اگر عورت کو چالیس دن سے زیادہ مدت تک خون آئے اور قبل ازیں اس کی عادت تھی کہ اسے نفاس کا خون چالیس دن کے بعد رکتا تھا یا اس میں خون کے رکنے کے آثار ظاہر ہوں تو وہ خون کے منقطع ہونے کا انتظار کرے۔ ورنہ چالیس ایام پورے ہونے پر غسل کرلے۔ کیوں کہ بالعموم خواتین کے نفاس کی زیادہ سے زیادہ حد یہی ہوتی ہے۔

اور اگر یہ سلسلہ اس کے ایام حیض کے برابر آجائے تو وہ ایامِ حیض کے گزرنے کا بھی انتظار کرے اور اگر اس کے بعد خون منقطع ہو تو ممکن ہے یہ اس کی عادت کے مطابق ہو۔ اور اگر ایام حیض کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہے تو اسے استحاضہ کا عارضہ ہے۔ وہ مستحاضہ کے مذکورہ احکام کے مطابق عمل کرے۔ اور جب اس کا خون رک جائے تو وہ پاک شمار ہوگی خواہ یہ چالیس دن سے پہلے ہی رک جائے۔

وہ غسل کرکے صوم وصلوٰۃ کا سلسلہ شروع کردے اور اس کا شوہر اس سے مجامعت کرسکتا ہے۔ اور اگر خون ایک دن سے بھی کم مدت کے لیے آیا ہو تو اس کا کچھ اعتبار نہیں۔'' [المغنی لابن قدامہ]

نفاس کے احکام اس صورت میں ثابت ہوں گے جب وہ ایسے بچے کو جنم دے جس پر خلقت انسانی کے آثار ظاہر ہوں۔ اور اگر وہ کسی ایسے بچے کو جنم دے جس پر انسانی خلقت کے آثار ظاہر نہ ہوئے ہوں اور وہ بہت ہی چھوٹا (لوتھڑا) ہو تو اس کے بعد آنے والا خون نفاس کا نہیں بلکہ ایک رگ کا خون ہے۔ ایسی عورت پر مستحاضہ کے احکام جاری ہوں گے۔ مؤنث کے رحم میں انسانی خلقت کے آثار ابتدائے حمل سے اسّی تا نوے دنوں کے درمیان ظاہر ہوتے ہیں۔

المجد ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو عورت اتنے دنوں سے پہلے درد اور خون دیکھے تو اس کی پرواہ نہ کرے اور اگر اسّی نوے دنوں

کے بعد یہ صورت پیش آئے تو وہ خون آنے پر صوم وصلوٰۃ سے باز رہے۔ اگر وضع حمل کے بعد پتا چلے کہ وہ خون نفاس کا نہیں تھا تو وہ اتنے دنوں کی نماز اور روزوں کی قضا دے۔ اور اگر معاملہ واضح نہ ہوتو صوم وصلوٰۃ کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔'' [شرح الامتناع]

نفاس کے احکام ومسائل:

نفاس کے تمام احکام ومسائل حیض کے احکام ومسائل ہی کی طرح ہیں۔ البتہ مندرجہ ذیل چند احکام مختلف ہیں۔

اوّل: عدت کا اعتبار طلاق کے ساتھ ہے نہ کہ نفاس کے ساتھ۔ کیوں کہ اگر وضع حمل سے قبل طلاق دی گئی ہوتو محض وضع حمل سے ہی عدت ختم ہوجاتی ہے، نفاس کا منقطع ہونا ضروری نہیں۔ اور اگر وضع حمل کے بعد طلاق دی گئی ہوتو عورت حیض کے آنے کا انتظار کرے گی۔

دوم، مدت ایلاء: ایلاء کی مدت میں سے مدتِ حیض کو منہا کیا جائے گا البتہ مدتِ نفاس اس میں سے منہا نہیں کی جائے گی۔

ایلاء: مرد اس بات کا حلف اٹھائے کہ وہ اپنی بیوی سے عمر بھر یا چار ماہ سے زیادہ عرصے تک علیحدہ رہے گا مجامعت نہیں کرے گا۔ مرد کے اس عمل کو ''ایلاء'' کہا جاتا ہے۔

جب مرد اس قسم کا حلف اٹھائے اور بیوی کی طرف سے مجامعت کا تقاضا ظاہر ہوتو وہ اپنے حلف اٹھانے کے دن سے چار ماہ شروع کرے۔ اس مدت کے پورا ہونے کے بعد وہ بیوی کا تقاضا پورا کرنے کا پابند ہوگا، ورنہ بیوی کا مطالبہ ہوتو اسے طلاق دے۔

یہ مدت اگر نفاس کی حالت میں گزر جائے تو ان دنوں کو مدتِ ایلاء میں شمار نہ کیا جائے گا۔ اور اس مدتِ نفاس کو چار ماہ میں مزید شامل اور شمار کیا جائے گا۔

سوم، بلوغت: بلوغت کا تعلق بھی حیض سے ہے نفاس سے نہیں۔ کیوں کہ عورت جب تک بالغ نہ ہو حاملہ نہیں ہوتی۔ لہٰذا بدیہی طور پر حیض، حمل اور نفاس سے پہلے ہی آتا ہے۔

چہارم: حیض کا خون جب ایک بار رُک جائے اور معمول کے دنوں میں دوبارہ جاری ہوجائے تو وہ یقیناً حیض ہی شمار ہوگا۔ مثلاً کسی کا آٹھ دن کے حیض کا معمول ہو، اسے چار دن کے بعد خون منقطع ہوجائے۔ پھر دو دن بعد یعنی ساتویں اور آٹھویں دن پھر جاری ہوجائے تو یہ خون بھی حیض کا ہی شمار ہوگا، اور اس پر حیض کے احکام نافذ ہوں گے۔ اس کے برعکس نفاس کا خون اگر چالیس دنوں سے پہلے رک جائے پھر چالیس دنوں کے اندر اندر دوبارہ جاری ہوجائے تو وہ مشکوک ہے۔ ایسی عورت پر لازم ہے کہ وہ فرض صوم وصلوٰۃ بجالائے، واجب امور کے علاوہ باقی امور اس پر اسی طرح حرام ہوں گے جیسے حائضہ کے لیے حرام ہوتے ہیں۔ حائضہ کو حیض کے بعد جن امور کی قضاء دینا لازم ہوتی ہے اور اس نے اس خون کے دوران ان امور کو سرانجام دیا تو خون کی بندش کے بعد وہ ان امور کو قضاء کرے گی یعنی سرانجام دے گی۔ حنبلی فقہاء کے ہاں یہی مشہور قول ہے۔

صحیح بات یہی ہے کہ جب خون ایسے دنوں میں دوبارہ جاری ہوجائے کہ وہ نفاس کا خون ہوسکتا ہے تو وہ نفاس ہی شمار ہوگا ورنہ وہ حیض تصور کیا جائے گا۔ اور اگر وہ مدت ایامِ حیض سے بھی تجاوز کرجائے تو استحاضہ ہوگا۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ نے المغنی [۱/ ۳۴۹] میں امام مالک رحمہ اللہ کا جو قول نقل کیا ہے یہ اس کے قریب تر ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ عورت کو نفاس کے دنوں میں آنے والا خون رک جانے کے دو تین دن بعد دوبارہ خون جاری ہوجائے تو وہ نفاس کا ہے۔ اور اگر مدتِ نفاس (جو کہ زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہوتی ہے) گزر چکی ہوتو وہ خون حیض کا ہوگا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اختیار کردہ قول کا بھی یہی تقاضا ہے۔ درحقیقت خونوں میں سے کوئی خون مشکوک نہیں۔ البتہ شک ایک نسبی امر ہے۔ جس کے بارے میں لوگوں کے علم وفہم مختلف ہونے کی وجہ سے اختلاف ہوسکتا ہے۔ کتاب وسنت میں ہر چیز کا واضح بیان ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کسی بھی انسان پر یہ لازم نہیں کیا کہ وہ روزے دو دفعہ رکھے یا دو دفعہ طواف کرے۔ البتہ اگر پہلی ادائیگی میں

کوئی ایسا خلل پیش آ گیا ہو جس کی تلافی یا تدارک کی کوئی صورت نہ ہو تو قضاء دی جائے۔ ورنہ ایک دفعہ ادائیگی سے انسان کی طرف سے وہ عمل ادا ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ [البقرة:٢٨٦]

''اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص کو اس کی استطاعت سے بڑھ کر مکلّف نہیں کرتا۔''

نیز فرمایا:

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ [التغابن:١٦]

''تم اپنی استطاعت بھر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔''

پنجم: حیض اور نفاس میں پانچواں فرق یہ ہے کہ حیض کا خون عورت کے سابقہ معمول اور عادت سے پہلے رک جائے تو خاوند کے لیے بیوی سے مجامعت بلا کراہت جائز ہے۔ جب کہ نفاس کا خون اگر چالیس دن سے پہلے رک جائے تو حنبلی مذہب کے مشہور قول کے مطابق اس کے خاوند کے لیے اس سے مجامعت کرنا مکروہ ہے۔ جب کہ درست موقف یہ ہے کہ خون کی بندش کے بعد اس سے مجامعت کرنا مکروہ نہیں، جمہور اہل علم کا یہی قول ہے۔ کیوں کہ کراہت ایک شرعی حکم ہے، اس کے لیے شرعی دلیل ہونی چاہیے۔ جب کہ صورتِ مذکورہ میں کراہت جماع کی کوئی دلیل نہیں۔

باقی رہا امام احمد رحمہ اللہ کا یہ نقل کرنا کہ عثمان بن ابی العاص کی اہلیہ چالیس دن گزرنے سے قبل ان کے قریب آئی تو انھوں نے کہا کہ تم میرے قریب ابھی نہ آؤ، اس سے کراہت ثابت نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ انھوں نے بر سبیل احتیاط ایسا کہا ہو اور انھیں اندیشہ ہو کہ شاید وہ ابھی نفاس سے مکمل طور پر پاک نہیں ہوئی، یا انھیں اندیشہ ہو کہ اس عمل کے نتیجہ میں خون جاری نہ ہو جائے، یا ان کے علاوہ بھی کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم

فصل ہفتم

حیض کو روکنے اور جاری کرنے والی ادویہ اور مانع حمل یا اسقاطِ حمل

ادویہ کا استعمال:

مانع حیض ادویہ کا استعمال دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔

① ...... ان کے استعمال سے ضرر کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر ان کے استعمال کے نتیجہ میں ضرر کا اندیشہ ہو تو ایسی ادویات کا استعمال جائز نہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾ [البقرة:١٩٥]

''اور تم اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴾

''اور تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم پر بڑا مہربان ہے۔'' [النساء:٢٩]

② ...... اور اگر اس بات کا تعلق شوہر سے ہو تو اس سلسلہ میں اس کی اجازت بھی ہو۔ مثلاً وہ خاوند کی طرف سے طلاق کی وجہ سے عدت گزار رہی ہو اور اس کا نان ونفقہ شوہر کے ذمے ہو اور وہ مانع حیض ادویہ اس لیے استعمال کرے کہ اس کی عدت کی مدت طویل ہو جائے اور شوہر کے ذمہ نان ونفقہ زیادہ ہو جائے۔ ایسی صورت میں شوہر کی اجازت کے بغیر مانع حیض ادویہ کا استعمال جائز نہیں۔

اسی طرح اگر یہ بات ثابت ہو کہ عدمِ حیض کی کیفیت حمل سے مانع ہوتی ہے تو بھی شوہر کی اجازت کے بغیر ایسی ادویات کا استعمال جائز نہیں۔ ایسی ادویات کا جواز ثابت ہو بھی تو زیادہ بہتر یہی ہے کہ ایسی چیزیں استعمال نہ کی جائیں۔ تاہم کسی ضرورت کے تحت یہ استعمال کی جا سکتی ہیں۔ کیوں کہ اپنے مزاج کو فطری کیفیت پر بحال رکھنا ہی صحت وسلامتی اور اعتدال کے زیادہ قریب ہے۔

مدرّ طمث یعنی حیض جاری کرنے والی ادویہ کا استعمال:

اگر چہ جائز ہے تاہم یہ بھی دو شرطوں سے مشروط ہے:

① ...... ایسی دوا کے استعمال کو کسی فریضہ سے جان چھڑانے کے لیے حیلہ نہ بنایا جائے۔ مثلاً وہ رمضان کے قریب ایسی دوا استعمال

کرے تاکہ روزے نہ رکھنے پڑیں یا نمازیں نہ پڑھنی پڑھیں۔

۲...... دوسری شرط یہ ہے کہ یہ کام شوہر کی اجازت سے ہو۔ کیوں کہ جریانِ حیض شوہر کو بیوی سے مکمل طور پر استمتاع سے مانع ہوتا ہے۔ اسے اس کے حق سے روکنے والی چیز کا استعمال اس کے اذن کے بغیر جائز نہیں۔ اور اگر بیوی مطلقہ ہو تو خاوند کے حق رجوع کی صورت میں ادویہ کے ذریعے حیض کو جاری کرنے سے خاوند کے حق رجوع کو قبل از وقت ختم کر دیا جاتا ہے۔

مانع حمل ادویہ کا استعمال:

مانع حمل اشیاء کے استعمال کی دو صورتیں ہیں:

۱......اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ اسے مستقل طور پر روک دیا جائے، یہ جائز نہیں۔ اس طرح نسل انسانی کم ہو جائے گی جو کہ شارع اور شریعت کی منشا کے خلاف ہے۔ کیوں کہ شریعت اور شارع کا منشا امت اسلامیہ کو بڑھانا ہے۔ نیز عین ممکن ہے کہ عورت کی موجودہ اولاد فوت ہو جائے اور وہ بے اولاد رہ جائے۔

۲...... دوسری صورت یہ ہے کہ حمل کو عارضی طور پر روک دیا جائے۔ مثلاً کسی عورت کو کثرت سے حمل ہو جاتا ہو اور وہ اس سے ضعف ونقاہت محسوس کرتی ہو، اور وہ چاہتی ہو کہ مثلاً اسے دو سال بعد حمل ہو تو اس قسم کے مقصد کے لیے مانع حمل دوا کا استعمال جائز ہے۔ بشرطیکہ اس کا شوہر اسے اس کی اجازت دے اور ایسی دوا کے استعمال سے اسے کوئی ضرر نہ ہوتا ہو۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دورِ نبوت میں اپنی ازواج سے عزل کیا کرتے تھے تاکہ ان کی بیویوں کو حمل نہ ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس عمل سے نہیں روکا تھا۔ عزل کی صورت یہ ہوتی ہے کہ شوہر مجامعت کے بعد انزال کے وقت بیوی سے علیحدہ ہو جائے۔

اسقاطِ حمل کے لیے دواؤں کے استعمال کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

ایک یہ کہ اس سے جنین یعنی رحم مادر میں پرورش پانے والے بچے کو ضائع کرنا اور مارنا مقصود ہوتا ہے۔ اگر جنین میں روح پھونکی جا چکی ہو تو اسے مارنا بلاشبہ حرام ہے۔ کیوں کہ یہ ایک قابل احترام جان کو ناحق قتل کرنے کے مترادف ہے۔ ایسے شخص اور ایسی جان کو قتل کرنا کتاب وسنت اور مسلمانوں کے اجماع کی رو سے قطعاً حرام ہے۔

اور اگر جنین میں ابھی روح نہ ڈالی گئی ہو تو اس کو مارنے کے بارے میں اہل علم کی آراء مختلف ہیں۔ بعض اسے جائز اور بعض ناجائز کہتے ہیں۔ اور بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جب تک خون جما نہ ہو یعنی اس پر ابھی چالیس دن نہ گزرے ہوں تو اسے ضائع کیا جا سکتا ہے۔ جب کہ بعض نے کہا ہے کہ جب تک اس میں خلقت انسانی کے آثار واضح نہ ہوں اسے ضائع کیا جا سکتا ہے۔

احتیاط کا تقاضا ہے کہ حمل (جنین) کسی بھی حالت میں ہو اسے ضائع کرنے سے گریز ہی کیا جائے۔ ہاں البتہ اگر کوئی اشد ضرورت پیش آ جائے تو الگ بات ہے۔ مثلاً ماں (حاملہ خاتون) اس قدر مریضہ ہو جائے کہ وہ حمل کی مشقت برداشت کرنے کی سکت ہی نہ رکھتی ہو تو حمل کو ضائع کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر اس پر اتنا وقت گزر جائے کہ اس میں خلقت انسانی کے آثار نمایاں ہونا ممکن ہو تو اسقاط کرنا منع ہے۔ واللہ اعلم

دوسری صورت یہ ہے کہ اسقاطِ حمل سے جنین یعنی بچے کو ضائع کرنا مقصود نہ ہو مثلاً مدتِ حمل کی تکمیل اور وضع حمل کے قریب اسقاط جائز ہے۔ بشرطیکہ اس سے ماں یا بچے کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔ نیز اسے آپریشن کی بھی حاجت نہ ہو اور اگر آپریشن کی ضرورت ہو تو اس کے چار احوال (چار صورتیں) ہو سکتی ہیں۔

۱...... ایک صورت یہ ہے کہ ماں اور بچہ دونوں زندہ ہوں تو کسی اشد مجبوری اور ضرورت کی صورت میں آپریشن کرایا جا سکتا ہے۔ مثلاً وضع حمل میں رکاوٹ پیش آ رہی ہو تو آپریشن کرایا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ یہ جسم انسان کے پاس امانت ہے۔ اسے محض کسی اندیشہ کے خوف سے ضائع نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں اگر کوئی بڑی مصلحت درپیش ہو تو بات الگ ہے۔ بسا اوقات یہ سمجھا جاتا ہے کہ آپریشن سے کچھ ضرر نہ ہوگا۔ لیکن عملاً ضرر پیش آ جائے۔

②...... دوسری صورت یہ ہے کہ ماں اور اس کا بچہ دونوں ہی فوت ہو چکے ہوں تو ایسی صورت میں بچے کو نکالنے کے لیے آپریشن کرنا جائز نہیں۔ کیوں کہ ایسی صورت میں آپریشن بے فائدہ ہے۔

③...... تیسری صورت یہ ہے کہ ماں زندہ ہو اور اس کا حمل (جنین) فوت ہوگیا ہو تو اسے نکالنے کے لیے آپریشن کرنا جائز ہے اور اگر آپریشن کرنے سے ماں کو ضرر (نقصان) پہنچنے کا اندیشہ ہو تو آپریشن نہ کیا جائے۔ بظاہر یہ معلوم ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں فوت ہوجائے تو اسے آپریشن کے بغیر نہیں نکالا جاسکتا۔ اور ایسے بچے کا ماں کے پیٹ میں باقی رہنا آئندہ کے لیے استقرارِ حمل میں رکاوٹ بنتا ہے۔ اور اس کی پیٹ میں موجودگی ماں کے لیے مشقت کا سبب رہتی ہے۔

④...... چوتھی صورت یہ ہے کہ ماں فوت ہوگئی ہو اور حمل (جنین) ابھی زندہ ہو۔ ایسی صورت میں اگر بچے کے زندہ رہنے کی امید نہ ہو تو آپریشن کرنا جائز نہیں۔

اور اگر بچے کے زندہ بچ رہنے کی امید ہو اور بچے کا کچھ حصۂ بدن باہر آچکا ہو تو بچے کو زندہ رکھنے اور باہر نکالنے کے لیے ماں کے پیٹ کو چاک کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر بچے کا جسم باہر نہ آیا ہو تو ہمارے اصحاب (حنبلی فقہاء) کا قول ہے کہ ایسی صورت میں بچے کو نکالنے کے لیے ماں کے پیٹ کو چاک نہ کیا جائے کیوں کہ ایک قسم کا مُثلہ ہے۔ (میت کے جسم کو چیرنا پھاڑنا ''مُثلہ'' کہلاتا ہے۔ شریعت میں مُثلہ سے منع کیا گیا ہے۔)

جب کہ صحیح موقف ہے کہ اگر آپریشن کیے بغیر بچے کو نکالنا ممکن نہ ہو تو ماں کا پیٹ چاک کیا جاسکتا ہے۔ ابن ہبیرہ فقیہ نے اسی موقف کو اختیار کیا ہے۔ اور الانصاف [ج:۲،ص:۵۵۶] میں لکھا ہے کہ یہی موقف بہتر ہے۔

میں (محمد بن صالح العثیمین) کہتا ہوں کہ دورِ حاضر میں آپریشن کا عمل مثلہ نہیں۔ کیوں کہ آج کل آپریشن کے بعد پیٹ کو سی دیا جاتا ہے۔ نیز زندہ آدمی کا احترام فوت شدہ سے بڑھ کر ہے۔ نیز معصوم جان کو ہلاکت سے بچانا واجب ہے۔ جنین (ماں کے پیٹ میں بچہ) بھی معصوم انسان ہی ہوتا ہے اور اسے موت سے (ممکن حد تک) بچانا واجب ہے۔ واللہ اعلم

<u>تنبیہ</u>: مذکورہ بالا جن صورتوں میں اسقاطِ حمل جائز ہے، ان تمام صورتوں میں حمل کے اصل مالک یعنی شوہر کی اجازت ضروری ہے۔

<u>خاتمہ</u>: ہم اس اہم موضوع کے متعلق جو کچھ لکھنا چاہتے تھے وہ یہاں مکمل ہے۔ ہم نے ان تمام صورتوں میں بنیادی مسائل اور ضوابط بیان کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔ ورنہ ان کی جزئیات اور مزید ضمنی مسائل اور خواتین کو پیش آنے والی صورتیں اس قدر ہیں کہ ان کی کوئی حد ہی نہیں۔

صاحب بصیرت آدمی ان ضمنی مسائل کو اصل مسائل پر اور جزئیات کو کلیات وضوابط پر پیش کرکے اور پیش آمدہ صورتوں کو ان جیسی دیگر صورتوں پر قیاس کرکے مسائل حل کرسکتا ہے۔

یاد رہے کہ ایک مفتی انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی لائی ہوئی شریعت کی تبلیغ ووضاحت کے سلسلہ میں اللہ اور اس کی مخلوق کے مابین واسطہ ہے۔ اس سے کتاب وسنت کی روشنی میں مسائل دریافت کیے جاتے ہیں۔ یہی وہ دو بنیادی چیزیں ہیں جن کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کا انسان مکلّف ہے۔ اور ہر وہ بات جو کتاب وسنت سے متصادم ہو غلط ہے۔ اس بات کو اس کے قائل کی طرف لوٹانا واجب ہے، اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ غلط بات کہنے والا شخص قصورِ علم کی بنا پر اللہ کے ہاں معذور سمجھا جائے اور اجتہاد کرنے کی وجہ سے وہ اللہ کے ہاں اجر وثواب کا مستحق قرار پائے۔ لیکن کوئی دوسرا عالم جو اس کی غلطی سے آگاہ ہو اس کے لیے اُس کی غلط بات کو قبول کرنا جائز نہیں۔

مفتی (فتویٰ دینے والے) پر لازم ہے کہ وہ فتویٰ دیتے ہوئے اپنی نیت میں اخلاص پیدا کرے اور ہر پیش آمدہ مسئلے میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے اور درست بات کی توفیق اور اس پر ثابت قدمی کی دعا بھی کرے۔ نیز مفتی پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ کتاب وسنت کے دلائل کو

جمع کر کے ان کو جانچنے اور اہل علم کی گفتگو (ان کی تحریرات اور فتاویٰ) کو بجا طور پر سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

بسا اوقات یوں بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی مسئلہ اس کے سامنے آئے وہ حتی المقدور اہل علم کے کلام سے اس کا حل تلاش کرے۔ اگر اسے کوئی قابل اطمینان جواب نہ مل سکے یا اس کا ذکر اسے قطعاً نہ ملے اور وہ کتاب وسنت کی طرف رجوع کرے تو اس کے اخلاص، علم اور فہم کے مطابق اسے مسئلہ کا حل مل جائے۔

نیز مفتی پر لازم ہے کہ کسی اشکال کی صورت میں فتویٰ دینے اور فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کرے۔ کتنے فتوے ایسے ہیں کہ مفتی نے فتویٰ دینے میں جلد بازی کی اور بعد میں غور وفکر کے بعد اس کا صحیح حل اس پر واضح ہوگیا کہ اس کا سابقہ فتویٰ درست نہیں تھا، تو وہ اس پر نادم ہوا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنے سابقہ غلط فتویٰ کی تلافی کر ہی نہ سکے۔

اور جب لوگوں کا مفتی پر اعتماد ہو کہ یہ سوچ سمجھ کر فتویٰ دیتا ہے تو لوگ اس کی بات پر اعتماد کریں گے اور اگر وہ سمجھتے ہوں کہ یہ مفتی جلد باز ہے اور ایسا شخص بہت سی غلطیاں کر جاتا ہے، تو انھیں اس پر اور اس کے دیے ہوئے فتووں پر اعتماد نہیں رہے گا۔ پھر وہ اس طرح اپنی جلد بازیوں اور غلطیوں کی وجہ سے لوگوں کے اعتماد سے محروم رہے گا اور اپنے علم اور درست فتووں سے بھی دوسروں کو محروم رکھے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور ہمارے تمام مسلمان بھائیوں کو صراطِ مستقیم کی ہدایت نصیب فرمائے، اور ہم پر اپنی عنایات فرمائے اور اپنی رحمت سے ہمیں بھٹکنے سے محفوظ رکھے، آمین۔

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین .



بزرگ علمائے کرام کی صحت یابی کے لیے دعا کی درخواست:

جماعت اہل حدیث کے درج ذیل محترم علمائے کرام ان دنوں مختلف عوارض کے باعث صاحب فراش ہیں یا علیل رہے ہیں۔ قارئین سے ان کے لیے دعائے صحت کی درخواست کی جاتی ہے۔ ①......مولانا پروفیسر مزمل احسن شیخ (پونچھ روڈ لاہور) ②......مولانا محمد ابراہیم خادم قصوری (کنگن پور) ③......مولانا عبدالستار حسن صاحب (لیہ) [اکرام شہزاد لاہور]

پروفیسر حافظ ثناء اللہ خان کے لیے دعائے صحت:

حضرت مولانا ثناء اللہ خان خطیب جامع مسجد ربانی اہل حدیث پونچھ روڈ لاہور ان دنوں مثانے اور پیشاب کی تکلیف کے باعث شدید علیل ہیں۔ احباب وقارئین الاعتصام ان کی صحت کاملہ وعاجلہ کے لیے دعا فرمائیں۔ [محمد سلیم چنیوٹی]

دارالسلام کا حمد ونعت والیم:

کتاب وسنت کی اشاعت اور اسلامی تہذیب واقدار کے عالمی ادارے دارالسلام نے حمد ومدح رسول ﷺ والیم ریلیز کر دیا ہے۔ یہ والیم دارالسلام کے جدید ترین ڈیجیٹل ریکارڈنگ سسٹم پر تیار کیا گیا ہے، جو چار عدد حمد باری تعالیٰ اور چار عدد نعت رسول مقبول ﷺ پر مشتمل ہے۔ والیم ''عظیم اور اعلیٰ فقط ایک تو ہے، کسی غمگسار کی محنتوں کا، اے خالق کل اے مالک کل، کھجوروں کے چھپر، مدد کر میری دو جہانوں کے مالک، جو لوگ ہیں اس محسن کو نین سے مایوس، تیرے کرم کی الٰہی کچھ انتہا نہیں، حکومتوں کا مزاج بدلا'' جیسی خوبصورت حمد اور نعتوں پر مشتمل ہے۔ آخر میں ''آہ جاتی ہے فلک پر'' کے عنوان سے دعائیہ کلام ہے۔ حمد ونعت کا یہ خوبصورت گلدستہ ایک ۱۰ سالہ ننھے بچے عبدالاعلیٰ بن عبدالعظیم کی خوبصورت آواز میں ریکارڈ کیا گیا ہے۔ کلام کی لے اور طرز بہت منفرد ہے۔ یہ کلام بچوں اور بڑوں کے لیے یکساں طور پر دلچسپی کا حامل ہے۔

[دارالسلام، فون نمبر 36042-7240024, 7232400, 0322-8484569 لوئر مال روڈ لاہور]

صحیح مسلم کی ایک حدیث کا دفاع اور ثقہ راوی کی زیادت

حافظ زبیر علی زئی

مضعفینِ حدیث: اس تفصیل کے بعد خبیب صاحب کی اس فہرست کا جائزہ پیشِ خدمت ہے، جس میں انھوں نے صحیح مسلم کی روایت مذکورہ کے مضعفین کی تعداد کو معاصرین کے ساتھ چوبیس (۲۴) کے عدد تک پہنچایا ہے۔

① ...... امام مسلم رحمہ اللہ: اس پر تفصیلی بحث گزر چکی ہے اور صحیح مسلم میں صاف طور پر ثابت ہے کہ امام مسلم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے اور سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا وہی متن ہے جو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ہے۔ کبار علماء نے بلکہ مولانا ارشاد الحق اثری صاحب (حفظہ اللہ) نے بھی یہی فرمایا ہے کہ اس حدیث کو امام مسلم نے صحیح قرار دیا ہے۔ یہ بات بے حد افسوسناک ہے کہ خبیب صاحب نے بغیر کسی صریح حوالے کے محض اپنے ظن وتخمین پر عمل کرتے ہوئے اور اپنے استاذِ محترم کی مخالفت کرتے ہوئے امام مسلم سے یہ منسوب کر دیا ہے کہ انھوں نے اپنی بیان کردہ حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ سبحان اللہ!

② ......امام بخاری رحمہ اللہ

③ ...... امام محمد بن یحییٰ الذہلی رحمہ اللہ: خبیب صاحب نے بطورِ حوالہ مرعاۃ المفاتیح (۱۲۸/۳) کو پیش کیا ہے حالاں کہ مولانا عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے اس کا کوئی معتبر حوالہ پیش نہیں کیا۔ بلکہ اسی صفحے پر مولانا عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ صحیح مسلم کی حدیثِ مذکور کے بارے میں لکھتے ہیں: '' وصححه أحمد و مسلم '' کہ اسے احمد (بن حنبل) اور مسلم نے صحیح کہا ہے۔ [مرعاۃ المفاتیح ۱۲۸/۳]

جب کہ اس بات میں خبیب صاحب ان کے سراسر مخالف ہیں۔

④ ...... حافظ ابو علی النیسابوری: حافظ ابو علی کا ایک حوالہ اقوالِ **مصححین** (نمبر۲۳) میں گزر چکا ہے کہ وہ سنن النسائی کو صحیح سمجھتے تھے اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سنن النسائی میں بغیر جرح کے موجود ہے۔ لہٰذا کیا خیال ہے کہ ان دونوں اقوال کو متعارض قرار دے کر ساقط قرار دیا جائے یا انھیں مضعفین کی فہرست میں شامل رکھا جائے!؟

⑤ ......ابن خزیمہ رحمہ اللہ

⑥ ......ابو بکر الاثرم رحمہ اللہ: (اس حوالے میں نظر ہے)

⑦ ...... احمد بن حنبل رحمہ اللہ: (اس حوالے میں نظر ہے) نیز دیکھئے اقوالِ **مصححین** نمبر:۱۲

⑨ ......ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ:

⑩ ...... دارقطنی رحمہ اللہ: امام دارقطنی کے قول کے تعارض کے لئے دیکھئے **مصححین** کا حوالہ نمبر:۲۳

⑪ ......بیہقی رحمہ اللہ

⑫ ......نووی

⑬ ......ابو الفضل بن عمار الشہید رحمہ اللہ

⑭ ......ابو داود رحمہ اللہ

⑮ ......حافظ ابو مسعود الدمشقی رحمہ اللہ

⑯ ......محدث عبد الرحمٰن مبارکپوریؒ [دورِ قریب کے سلفی عالم]

⑰ ......محدث عبید اللہ مبارکپوریؒ [دورِ قریب کے سلفی عالم]

⑱ ......شیخ مقبل بن ہادی الیمنی رحمہ اللہ [معاصر]

⑲ ......شیخ ربیع بن ہادی المدخلی رحمہ اللہ [معاصر]

⑳ ......ابراہیم بن علی (؟ مجہول) [معاصر]

(۲۱)......حمزہ الملیباری (فیہ نظر وتکلموا فیہ) [معاصر]

(۲۲)...... بزار (البحر الزخار ۸/۶۶ ح ۳۰۵۹)

امام بزار رحمہ اللہ کو مضعفین میں شامل کرنا صحیح نہیں کیوں کہ یہ کہنا: ''اسے سلیمان التیمی کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا۔'' محدث بزار کے نزدیک اس حدیث کے ضعیف ہونے کی دلیل نہیں ہے اِلا یہ کہ یہ ثابت کر دیا جائے کہ وہ سلیمان بن طرخان التیمی کو ضعیف سمجھتے تھے۔

(۲۳)...... حافظ مزّی رحمہ اللہ (بحوالہ تحفۃ الاشراف: ۶/۴۱۰)

حافظ مزی کا یہ کہنا کہ اس لفظ کو سلیمان التیمی کے علاوہ کسی نے بیان نہیں کیا، اُن کے نزدیک اس حدیث کے ضعیف ہونے کی دلیل نہیں ہے لہٰذا اس فہرست میں اُن کا شامل کیا جانا بھی محلِ نظر ہے۔

(۲۴)...... برادر محترم مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ [معاصر]

یہ ہے جناب خبیب صاحب کی کل فہرست جس میں پانچ معاصرین اور دو قریبی دور کے علماء کو نکالنے کے بعد باقی کل سترہ (۱۷) بچے جن میں سے بعض کے حوالے محلِ نظر ہیں۔ ان سترہ کے مقابلے میں بیس سے زیادہ علماء ومحدثین کا صحیح مسلم کی حدیث کو صحیح کہنا یا صحیح قرار دینا اس کی واضح دلیل ہے کہ یہ حدیث جمہور کے نزدیک صحیح وثابت ہے۔ والحمدللہ

شواہد ومتابعات کی بحث

روایتِ مذکورہ میں کسی شاہد یا متابعت کا ہونا ضروری نہیں ہے اور ثقہ کی زیادت پر بحث وتحقیق آگے آ رہی ہے (ان شاء اللہ) تاہم فی الحال امام سلیمان التیمی رحمہ اللہ کی بیان کردہ حدیث کی دو متابعات اور ایک شاہد پیشِ خدمت ہے:

(۱)...... محدث بزار فرماتے ہیں:

" حدثنا محمد بن يحي القطعي قال: أخبرنا سالم ابن نوح عن عمر بن عامر عن قتادة " إلخ

[البحر الزخار ۸/۶۶ ح ۳۰۶۰]

☆ ...... محمد بن یحییٰ بن ابی حزم القطعی ثقہ ہیں۔

[دیکھئے تحریر تقریب التہذیب: ۳/۳۳۱ ت ۶۳۸۲]

☆ ...... صحیح مسلم کے راوی سالم بن نوح بن ابی عطاء البصری العطار: صدوق حسن الحدیث ہیں۔

[دیکھئے تحریر تقریب التہذیب: ۲/۸ ت ۲۱۸۵]

انھیں امام مسلم، ابو زرعہ الرازی، ترمذی (بتحسین حدیثہ: ۶۷۴)، ابن خزیمہ (۸۹۸، ۱۲۲۹، بتصحیح حدیثہ ۱/۳۲۹ ح ۱۲۲۹) اور ابن حبان وغیرہم (جمہور) نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے۔

☆ ...... عمر بن عامر السلمی: صحیح مسلم کے راوی اور ''صدوق حسن الحدیث'' ہیں۔ دیکھئے تحریر تقریب التہذیب [۳/۷۷ ت ۹۲۵]

انھیں مسلم، یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل، عجلی، ابن شاہین، ابو عوانہ (۴/۲۸۳ ح ۶۸۷۹ بتصحیح حدیثہ) اور حاکم (المستدرک ۴/ ۳۴۱ ح ۷۹۸۷ بتصحیح حدیثہ) وغیرہم (جمہور) نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ سند حسن لذاتہ ہے۔

(۲)...... محدث ابو عوانہ الاسفرائنی فرماتے ہیں:

" حدثنا سهل بن بحر الجنديسابوري قال: ثنا عبدالله بن رُشيد قال: ثنا أبو عبيدة عن قتادة " إلخ [صحيح ابى عوانه طبعه جديده ۱/۳۶۰ ح ۱۳۴۱]

☆ ...... سہل بن بحر الجندیسابوری کو حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات (۸/۲۹۳) میں ذکر کر کے فرمایا: ''ممن صنف وجمع'' انھوں نے کتابیں لکھیں اور (حدیثیں) جمع کیں۔ الخ

(یعنی حافظ ابن حبان نے انھیں پہچاننے کے بعد کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔)

ان سے ابو عوانہ اور ضحاک بن ہارون وغیرہما روایت کرتے ہیں۔ حافظ ابو عوانہ نے اُن سے صحیح ابی عوانہ میں دو جگہ روایت لی ہے۔ دوسری جگہ ایک روایت کے بارے میں ابو عوانہ فرماتے ہیں:

" حدثنا سهل بن بحر الجند يسابوري: حدثنا عبدالله بن رشيد: حدثنا أبو عبيدة و اسمه

مجاعة عن قتادة " إلخ [صحيح ابی عوانه: ١/ ٥٢٤ ح ٢٠٠٠، دوسرا نسخه ١٥/٣]

ابوعوانہ اور ابن حبان کی توثیق کے بعد، ہمارے نزدیک سہل بن بحر الجند یسابوری حسن الحدیث راوی ہیں۔

تنبیہ: مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے بغیر کسی قوی دلیل کے یہ دعویٰ کیا ہے کہ "مزید برآں صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ راوی سہل بن بحر الجند یسابوری نہیں بلکہ سری بن سہل ہے جیسا کہ خیر الکلام میں ہے...."

[توضیح الکلام ج ۲ ص ۲۶۷، طبعہ جدیدہ ص ۶۷۸]

اصل کتاب کے راویوں کو ظن وگمان پر بدل دینا بہت زیادہ تحقیق کے بعد ہی ممکن ہے اور یہاں اسی مسند ابی عوانہ میں سہل بن بحر سے دوسری روایت کے مل جانے کے بعد مذکورہ دعوے کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے؟

سہل بن بحر کی دوسری مرویات کے لئے دیکھئے کتاب الدعاء للطبرانی (٢/ ١٧١٢ ح٢٠٣٦) اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ الاصبهانی (ص ١٥٧) اخبار اصبهان (٢/ ٢٩٧) حلية الاولياء (٤/ ٣١٩، ٨/ ١٨٨) المطالب العاليه (١/ ١٩١ ح ٢/٨٣ بحواله البزار)

ان سے امام زکریا الساجی اور احمد بن موسیٰ الانصاری وغیرہما بھی روایت کرتے ہیں۔

☆......عبداللہ بن رشید الجند یسابوری: ان پر امام بیہقی (السنن الکبریٰ ۱۰۸/۶) نے جرح کی ہے لیکن حافظ ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کر کے مستقیم الحدیث کہا ہے۔ (۳۴۳/۸)

ابوسعد عبدالکریم بن محمد السمعانی نے کہا:

" وهو مستقيم الحديث " [الانساب ٢/ ٩٥]

ابوعوانہ نے ان سے صحیح ابی عوانہ میں روایت کر کے کوئی جرح نہیں کی لہٰذا ان تین توثیقات کے مقابلے میں امام بیہقی کی جرح مرجوح ہے اور یہ راوی قولِ راجح میں حسن الحدیث ہیں۔

☆...... ابوعبیدہ مجاعۃ بن الزبیر الجند یسابوری: ان پر دارقطنی، ابن عدی، عقیلی، ابن الجوزی، جوزجانی اور ابن خراش [ان صح] نے جرح کی ہے جیسا کہ لسان المیزان (۱۶/۵، دوسرا نسخہ ۲۰۴/۵) اور اس کی تخریج سے ظاہر ہے جب کہ امام احمد بن حنبل، شعبہ، ابوعوانہ (روایت کے ذریعے سے)، ابن حبان (الثقات ۵۱۷/۷ وقال: مستقیم الحدیث) اور سمعانی (الانساب ۹۵/۲ وقال: مستقیم الحدیث عن الثقات) نے تعریف وتوثیق کی ہے۔

حافظ ذہبی نے انھیں "أحد العلماء العاملین" لکھا ہے۔

[سیر اعلام النبلاء ۱۹۶/۷]

ابن خراش کی جرح فی الحال ثابت نہیں ہے لہٰذا چھ علماء کی تعریف وتوثیق کی وجہ سے مجاعہ بن الزبیر حسن الحدیث ہیں۔ واللہ اعلم

معلوم ہوا کہ یہ روایت قتادہ تک حسن لذاتہ ہے اور اسے بطورِ شاہد پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تنبیہ: مولانا اثری حفظہ اللہ مجاعہ بن الزبیر پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "بلکہ اس کے شاگرد عبدالصمد بن (عبد) الوارث فرماتے ہیں" کان نحو الحسن بن دینار" کہ وہ حسن بن دینار کی طرح کا تھا۔ (الکامل: ص۲۴۱۹ ج۶)۔" (توضیح الکلام طبع جدید ص ۶۷۹)

اب آپ کے سامنے کامل ابن عدی کی اصل عبارت پیشِ خدمت ہے:

ابن عدی فرماتے ہیں:

" ثنا علان و بشر بن موسى المري قالا: ثنا إبراهيم بن يعقوب قال قلت لعبد الصمد بن عبدالوارث: من مجاعة هذا؟ قال : كان جارًا لشعبة نحوالحسن بن دينار وكان شعبة يسأل عنه... " إلخ

ہمیں (ابوالحسن علی بن احمد بن سلیمان بن ربیعۃ بن صیقل) علان (المصری) اور بشر بن موسیٰ المری دونوں نے حدیث بیان کی، کہا: ہمیں ابراہیم بن یعقوب (الجوزجانی، صاحب احوال الرجال) نے حدیث بیان کی، کہا: میں نے عبدالصمد بن عبدالوارث سے پوچھا:

یہ مُجاعہ کون ہے؟ انھوں نے فرمایا: وہ (امام) شعبہ کا پڑوسی تھا جیسے حسن بن دینار (پڑوسی تھا) اور شعبہ سے اس کے بارے میں پوچھا جاتا تھا... الخ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۲۴۱۹/۶، دوسرا نسخہ ۱۷۴/۸]

جوزجانی تک اس روایت کی سند صحیح ہے اور اسے ابن ابی حاتم نے بھی جوزجانی سے بیان کیا ہے۔ دیکھئے الجرح والتعدیل (۴۲۰/۸ وسندہ صحیح)

یہ عبارت کتاب الضعفاء للعقیلی (۴/ ۲۵۵، دوسرا نسخہ ۴/ ۱۳۹۵) میں مطبعی تحریف کے ساتھ موجود ہے اور احوال الرجال للجوزجانی (ص ۱۱۹ رقم ۱۹۵) کے مطبوعہ نسخے سے اس عبارت کا ایک حصہ ساقط ہو گیا ہے جس سے عبدالصمد رحمہ اللہ کا مذکورہ کلام محرّف ہو گیا ہے۔

کامل ابن عدی کی مذکورہ بالا عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ عبدالصمد بن عبدالوارث نے مجاعہ کو حسن بن دینار کے ساتھ امام شعبہ کے پڑوسی ہونے میں مشابہت دی ہے نہ کہ وہ اسے حسن بن دینار کی طرح مجروح سمجھتے تھے لہٰذا مولانا اثری حفظہ اللہ کو اپنی جلالت شان کے باوجود عجیب وہم لاحق ہوا ہے۔ مذکورہ وضاحت کے بعد حسن بن دینار پر مجاعہ بن الزبیر کے ذکر میں جروح نقل کرنا بے فائدہ ہے کیوں کہ ان جروح کا مجاعہ سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

③......شاہد کے طور پر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے کہ جس کا ذکر گذشتہ صفحات پر مختصراً گزر چکا ہے۔ دیکھئے اقوال مصححین نمبر ۲۰، اور سنن النسائی [تعلیقاتِ سلفیہ: ۹۲۲]

خلاصۂ تحقیق یہ ہے کہ امام سلیمان بن طرخان التیمی رحمہ اللہ (تابعی) کی بیان کردہ حدیث ((وإذا قرأ فانصتوا)) متابعات اور شاہد کے بغیر بھی جمہور کے نزدیک صحیح ہے اور متابعات و شاہد نے تو اسے اور زیادہ صحیح کر کے سونے پر سہاگے کا کام کیا ہے، معلوم ہوا کہ قرائن بھی صحیح مسلم کی حدیث کے صحیح ہونے کے ہی مؤید ہیں۔ والحمدللہ

ثقہ کی زیادت

محدثین کرام (اہلِ حدیث) کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیح حدیث کی پانچ شرطیں ہیں:

①...... ہر راوی عادل ہو

②...... ہر راوی ضابط (ثقہ) ہو

③......سند متصل ہو

④......شاذ نہ ہو

⑤......معلول نہ ہو۔ مثلاً دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح [ص ۲۰، ۲۱، دوسرا نسخہ ص ۷۹، ۸۰]

شاذ کسے کہتے ہیں؟ اُس کی تشریح میں امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ليس الشاذ - من الحديث - أن يروي الثقة حديثًا لم يروه غيره ، إنما الشاذ من الحديث أن يروى الثقات حديثًا ، فيشذ عنهم واحد فيخالفهم۔"

حدیث میں سے شاذ یہ نہیں ہے کہ ثقہ (راوی) کوئی ایسی حدیث بیان کرے جو دوسرے نے بیان نہ کی ہو، شاذ حدیث تو وہ ہے کہ ثقہ راوی ایک حدیث روایت کریں تو اُن میں سے ایک آدمی شذوذ کرے، پس اُن کی مخالفت کرے۔ [آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم ص ۱۷۸، ۱۷۹، وسندہ صحیح]

امام شافعی رحمہ اللہ نے مزید فرمایا:

"إنما الشاذ أن يروي الثقات حديثًا على نصٍ ثم يرويه ثقة خلافًا لروايتهم فهذا الذي يقال: شذ عنهم ۔"

شاذ تو یہ ہے کہ ثقہ راوی ایک لفظ (نص) پر کوئی حدیث بیان کریں پھر ایک ثقہ ان کی روایت کے خلاف بیان کرے تو اسے کہا جاتا ہے کہ اُس نے اُن سے شذوذ کیا ہے۔ [آداب الشافعی ص ۱۷۹، وسندہ صحیح]

یاد رہے کہ ثقہ راویوں کی متصل روایات میں اصل عدمِ شذوذ اور عدمِ علت ہے اِلا یہ کہ دلیلِ قوی سے شذوذ یا معلول ہونا ثابت ہو جائے۔ ایک استاد کے شاگردوں میں سے کوئی شاگرد سند یا متن میں

کوئی اضافہ بیان کرے جسے دوسرے بیان نہیں کرتے تو اسے زیادت کہا جاتا ہے۔ اگر زیادت بیان کرنے والا ثقہ ہوتو قولِ راجح میں یہ زیادت مقبول ہوتی ہے بشرطیکہ اس میں ثقہ راویوں یا اوثق کی ایسی مخالفت نہ ہوجس میں تطبیق ممکن نہ ہو۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے ہدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: ۳۸۴

ثقہ راوی کی زیادت کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ کی تحقیق کو اصولِ حدیث میں اختیار کیا گیا ہے۔ مثلاً دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح [ص۱۰۰ تا ۱۰۲، دوسرا نسخہ ص۱۶۳، ۱۶۴]

خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

" قال الجمهور من الفقهاء وأصحاب الحديث: زيادة الثقة مقبولة إذا انفرد بها .... " إلخ

''جمہور فقہاء اور اصحاب الحدیث نے کہا ہے کہ ثقہ کی زیادت مقبول ہے، جس کے ساتھ وہ منفرد ہو....الخ [الکفایہ ص۴۲۴]

خطیب رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

" والذي نختاره من هذه الأقوال أن الزيادة الواردة مقبولة علٰى كل الوجوه ومعمول بها إذا كان راويها عدلاً حافظًا و متقنًا ضابطًا ۔ "

''ان اقوال میں سے ہم اس بات کو اختیار کرتے ہیں کہ وارد شدہ زیادت (اضافہ) تمام وجوہ پر مقبول اور معمول بھا ہے بشرطیکہ اس کا راوی عادل حافظ اور متقن ضابط (یعنی ثقہ) ہو۔'' [الکفایہ ص۴۲۵]

یہ بات ہمارے علم میں ہے کہ بعض محدثینِ کرام اور اکابر علماء ثقہ راوی کی زیادت کو مخالفت قرار دیتے تھے مگر راجح یہی ہے کہ اسے مخالفت قرار دینا مرجوح ہے اور ثقہ راوی کی زیادت اگر ثقات و اوثق کے مخالف و منافی نہ ہوتو مطلقاً مقبول ہے، چاہے سند میں ہو یا متن میں اور ان علماء کو اجتہاد میں ماجور ہونے کی وجہ سے ایک اجر ضرور ملے گا۔ ان شاء اللہ

حاکم نیشاپوری فرماتے ہیں:

" وهذا شرط الصحيح عند كافة فقهاء أهل الإسلام أن الزيادة فى الأسانيد والمتون من الثقات مقبولة ۔ "

''اہل اسلام کے تمام فقہاء کے نزدیک صحیح (حدیث) کی شرط یہ ہے کہ اسانید اور متون میں ثقہ راویوں کی زیادت مقبول ہوتی ہے۔'' [المستدرک ۱/۳، دوسرا نسخہ ۱/۴۲]

مشہور غیر مقلد عالم اور منجنیق الغرب حافظ ابن حزم اندلسی الظاہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" و إذا روى العدل زيادة علٰى ماروى غيره فسواء انفرد بها أو شاركه فيها غيره : مثله أو دونه أو فوقه فا لأخذ بتلك الزيادة فرض ... "

''جب دوسرے راویوں کی روایات پر کوئی عادل راوی زیادت بیان کرے، وہ اس میں منفرد ہو یا کسی دوسرے نے اس کی مشارکت کی ہو: اسی جیسا ہو یا اس سے نچلے درجے کا ہو یا اس سے اعلیٰ ہو، پس اس زیادت کو لینا فرض ہے...''

[الاحکام فی اصول الاحکام ۲/ ۲۱۶ فصل فی زیادۃ العدل]

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

" ولا فرق بين أن يروى العدل الراوي حديثًا فلا يرويه أحد غيره أو يرويه غيره مرسلاً أو يرويه ضعفاء و بين أن يروي الراوي العدل لفظة زائدة لم يروها غيره من رواة الحديث و كل ذلك سواء واجب قبوله ..."

''اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ عادل راوی کوئی ایسی حدیث بیان کرے جسے اس کے علاوہ دوسرا کوئی بھی بیان نہیں کرتا یا دوسرا اسے مرسل بیان کرتا ہے یا اسے ضعیف راوی بیان کرتے ہیں اور اس میں (بھی کوئی فرق نہیں) کہ عادل راوی کوئی لفظ زائد بیان کرے جسے اس کے علاوہ راویانِ حدیث میں سے کوئی بھی بیان نہ کرے اور یہ سب

برابر ہے، اس کا قبول کرنا واجب ہے ...'' [الاحکام ۲/ ۲۱۷]

امام بخاری رحمہ اللہ صحیح بخاری میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

"والزيادة مقبولة" اور زیادت مقبول ہے۔

[ج ۲ ص ۱۵۶ ح ۱۴۸۳]

ابو سعید محمد بن ہارون بن منصور المسکی النیسابوری (متوفی ۳۱۷ھ) فرماتے ہیں کہ امام بخاری سے

" إسرائيل عن أبي إسحاق عن أبي بردة عن أبيه عن النبي ﷺ قال: ((لا نكاح إلا بولي.)) "

والی حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا:

" الزيادة من الثقة مقبولة و إسرائيل بن يونس ثقة و إن كان شعبة و الثوري أرسلاه فإن ذلك لا يضر الحديث ." [السنن الكبرىٰ للبيهقي ۷/ ۱۰۸]

''ثقہ کی زیادت مقبول ہے اور اسرائیل بن یونس ثقہ ہیں، اگرچہ شعبہ اور (سفیان) ثوری نے اسے مرسل بیان کیا ہے لیکن اس سے حدیث کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔''

المسکی اعیان اصحاب الحدیث میں سے تھے اور کبار علماء نے اُن سے روایت بیان کی ہے۔ دیکھئے الانساب للسمعانی [۵/ ۲۹۳] اللباب فی تہذیب الانساب [۲/ ۳۳۰] اور الاکمال [۷/ ۲۴۲]

❀❀ .... ❀ .... ❀❀

ضرورت رشتہ

تعلیم یافتہ گھرانے کی سگھڑ اور ہونہار بیٹی، بی ایس سی اونر (لمز) سے فارغ، عمر ۲۴ سال، عالمہ فاضلہ، (وفاق المدارس) اور آج کل شعبہ تدریس اور تبلیغ میں مصروف کے لیے ہم پلہ، تعلیم یافتہ کنوارا رشتہ لاہور سے درکار ہے۔ لڑکا ترجیحاً باریش اور متقی ہو۔

اس کے علاوہ شرفا گھرانوں کے بیٹوں اور بیٹیوں والے، ذات پات کی تقسیم سے بالاتر ہو کر صرف نیکی کی بنیاد پر میرے ساتھ بعد نماز مغرب تا عشاء رابطہ کر سکتے ہیں۔ یہ خدمت لوجہ اللہ ہے۔

[شیخ عمر فاروق B-15 وحدت کالونی لاہور 7585960]

مدرسہ ضیاء القرآن والحدیث میں داخلہ

جامع مسجد اہل حدیث شاہ صاحب والی کوٹ رادھا کشن میں گزشتہ دو سالوں سے حفظ القرآن، اور ابتدائی درس نظامی کی مقامی وبیرونی طلبہ کلاس جاری ہیں۔ خواہش مند طلبہ اپنے سرپرست کے ہمراہ رابطہ کریں۔ مقامی طالبات کے لیے ترجمہ کی کلاس کا آغاز ہو چکا ہے۔ [انتظامیہ جامع مسجد ہذا رابطہ: 0300-4256675]

لٹریچر کی تقسیم

مولانا عبدالرحمٰن عزیز الہ آبادی کے قلم سے ''امام کائنات ﷺ کی حیاتِ طیبہ ماہ وسال کے آئینے میں'' (۴۸ صفحات) صرف چار روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مفت حاصل کریں۔ پتہ خوشخط بمع پوسٹ کوڈ تحریر فرمائیں تاکہ ڈاک ضائع نہ ہو نیز بغیر ڈاک ٹکٹ تعمیل ناممکن ہے۔ [صاحبزادہ قاری عبدالحفیظ عزیز، نائب مدیر ادارہ امر بالمعروف حسین خانوالہ نمبر ۸، براستہ پتوکی ضلع قصور پوسٹ کوڈ ۵۵۳۰۱]

بجلی، پانی کی قلت اور مہنگائی کا بحران

قرآن وسنت کے آئینے میں

مولانا عمر فاروق السعیدی

آج وطن پاکستان میں بجلی اور پانی کا بحران ہے اور مہنگائی کا شکنجہ ہے جو دن بدن سخت ہوتا چلا جا رہا ہے، اس سے پوری قوم پریشان ہے۔ اور حکومتی سطح پر جو علاج کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اس کے نتائج بھی کوئی زیادہ مثبت نظر نہیں آتے، بلکہ آئی ایم ایف کے قرضوں کی صورت میں ایک نیا عذاب سامنے ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ

بحیثیت مسلمان اور حامل قرآن ہونے کے ہمیں ان مشکلات کے اسباب قرآن کریم میں نظر آتے ہیں اور پھر اس ازلی وابدی کتاب میں ان کا علاج بھی بتایا گیا ہے۔

قرآنِ کریم افراد اور قوموں کو متنبہ کرتا ہے کہ

﴿ وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ ﴾

''تمھیں جو بھی آفت اور مصیبت آتی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں ہی کی کمائی ہوتی ہے۔'' [الشوریٰ: ۳۰]

یہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ظلم نہیں ہوتا۔ یہ قانونِ مکافات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ بلکہ وہ تو تمہارے بہت سے گناہوں اور نافرمانیوں کو ویسے ہی معاف فرماتا رہتا ہے۔ اللہ سے بغاوت اور اس کے نظام وقانون سے انحراف کوئی معمولی بات نہیں۔ اس کے پیغمبر سے بے اعتنائی کوئی معمولی جرم نہیں۔ (ان چیزوں کو قرآنِ کریم میں کفر وشرک اور پیغمبر کی سنت سے اعراض کو بدعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔)

انفرادی گناہ......اللہ معاف فرمائے...... ہر شخص اپنے طور پر ان سے آگاہ ہوتا ہے۔ مگر قومی وملی طور پر جس ملک میں زنا، بدکاری اور فحاشی کو قانونی تحفظ دیا جائے بلکہ اسے فروغ دینے کے اسباب وذرائع عام کیے جائیں۔ ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر اور سی ڈیز کے ذریعے نت نئے انداز سے نسلِ نو کو آگاہ کیا جائے، اور ان گناہوں کی وقاحت اور برائی ذہنوں سے دور کرنے کی پوری کوشش ہو تو وہاں سے اگر رزق نہ اٹھالیا جائے تو اور کیا ہو؟

سود اور جوئے کو جس قانون میں ھنیئا مریئا (خوش گوار) بنالیا جائے، جسے اللہ نے اپنے ساتھ جنگ کے مترادف قرار دیا ہے [البقرہ:۲۷۹] وہاں رحمتیں کیسے آئیں؟ صدیوں سے بہنے والے دریا اگر خشک نہ کردیے جائیں یا ان کا رخ نہ موڑ دیا جائے تو اور کیا ہو؟ اور ظلم؟......اس کے متعلق امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حکومتوں میں شرک تو برداشت فرمالیتا ہے مگر مخلوق پر ظلم برداشت نہیں فرماتا (فرعون کی مثال پیش نظر رہے۔)

ہمارے اندر اس پہلو سے قومی سطح پر ''شرک اکبر'' در آیا ہے کہ ......نعوذ باللہ...... پانی اور بجلی ہمیں یہ دریا دیتے ہیں۔ اگر یہ دریا نہ ہوئے تو ہم پانی کہاں سے پئیں گے اور بجلی کیسے حاصل ہوگی؟ کھیت کس طرح سیراب ہوں گے؟ حالاں کہ اس مالکِ کون ومکان کے پاس اپنی مخلوق کو پانی، بجلی اور رزق دینے کے دسیوں کیا بے شمار ذرائع ہیں۔ وہ ان ذرائع کا محتاج نہیں۔ بلکہ یہ ذرائع اس کے محتاج ہیں کہ وہ ان سے کوئی خدمت لے لے۔ سورہ الطلاق میں فرمایا:

﴿ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ [الطلاق: ۲،۳]

''یعنی...... جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے، اللہ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کی راہ بنا دیتا ہے......اور وہاں وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے بندے کو گمان بھی نہیں ہوتا۔''

حقیقت یہ ہے کہ ملی سطح پر ہم اس شرک میں مبتلا ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اپنے عقیدے اور عمل کی اصلاح کی جائے۔

سورہ نوح میں اس حقیقت کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ یہ لوگوں کے اپنے گناہ ہی ہوتے ہیں جو انھیں لے ڈوبتے ہیں۔

[آیت:۲۵]

ابتدائے سورہ میں ذکر ہے کہ سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو متنبہ کیا کہ تمھیں اپنی زندگی کے لیے پانی چاہیے، کھیتیاں اور سرسبز باغات چاہئیں، دریا اور نہریں رواں دواں چاہئیں اور ان کے ساتھ ساتھ مال واولاد کی ضرورت ہے تو اپنے خالق ومالک کے حضور استغفار کرو، معافیاں مانگو، وہ تمہاری ضرورت کی چھوٹی بڑی ہر ہر ضرورت پوری فرما دے گا۔

سورہ الذاریات میں فرمایا:

﴿ وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴾ [الذاریات:۲۲]

''تمہارا رزق آسمان میں ہے، اور وہ سب چیزیں بھی جن کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے۔''

قرآنِ کریم کی اپنی امت سے یہی پکار ہے کہ اجتماعی طور پر اپنے عقیدے کی اصلاح کریں۔ اللہ کے علاوہ اور کوئی روزی رسان نہیں ہے۔ ہر چیز کے خزانوں کا وہی اکیلا مالک ہے۔ اور جو اس کے در پر آجائیں وہ ان کو کس طرح سے محروم نہیں رکھتا ہے۔ شرک اکبر ہو یا اصغر جلی ہو یا خفی یہ اللہ سے بغاوت ہے اور بغاوت تو دنیا کا کوئی معمولی بادشاہ بھی قبول نہیں کرتا، اللہ عزوجل کیسے قبول کرلے؟

ان گناہوں کا عتاب آخرت میں تو یقیناً ہوگا، اس دنیا میں بھی ان کے اثرات سے لوگ محفوظ نہیں رہ سکتے۔ مگر اللہ نے اپنا نام ''صبورٌ اور ''حلیم'' بھی رکھا ہے کہ وہ لوگوں کی بغاوت اور نافرمانی کو حتی الامکان برداشت اور مؤخر کرتا رہتا ہے اور اس کا قانون اِمہال (مہلت دینا) اپنے اندر بڑی حکمتیں رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قومیں فوراً ہلاک نہیں کردی جاتیں بلکہ انھیں موقع بموقع متنبہ کیا جاتا ہے اور مسلسل کیا جاتا ہے۔ سورہ الم السجدہ میں فرمایا:

﴿ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ [الم السجدہ: ۲۱]

''ہم ان لوگوں کو بڑے عذاب سے پہلے دنیا میں چھوٹے چھوٹے عذابوں اور سزاؤں سے دوچار کرتے رہیں گے، تاکہ یہ باز آجائیں۔''

اللہ تعالیٰ ہماری قوم کو قرآن کی یہ تنبیہ سننے سمجھنے کی توفیق دے۔

ہمارا مزاج یہ بنا دیا گیا ہے کہ اپنی اصلاح کی بجائے دوسروں کو الزام دیا جائے اور ہمارے سیاست کاروں کی سیاست بھی اسی بات کے گرد گھومتی ہے کہ موقع بموقع منصب داروں پر بے جا تنقید ہی کی جائے اور اپنے عوام کو ان کے خلاف ہر طرح سے بھڑکائے رکھیں۔ حالاں کہ عربی مقولہ ہے:

اَعْمالكم عُمَّالكم ......یعنی تمہارے اعمال ہی تمہارے حاکم ہوتے ہیں۔ جیسے تم ہوگے ویسے ہی تمہارے حکام ہوں گے۔

مہنگائی کا عذاب ایک بہت بڑی آفت ہے، اس میں بھی اللہ عزوجل سے معافی مانگنی چاہیے۔ حدیث میں ہے کہ إن اللــه هـو المسعر ...... کہ ریٹ تو اللہ ہی مقرر کرتا ہے۔ یعنی جب کسی چیز کی فراوانی ہے تو اس کے ریٹ ارزاں ہوجاتے ہیں اور جب وہ کم ہوتی ہے تو اس کے ریٹ بڑھ جاتے ہیں۔ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ کا نظام بڑا عجیب ہے، انسان کو سمجھ ہی نہیں آتی یا آتی ہے تو بڑی دیر کے بعد۔ میں نے اپنے ایک دوست سے پوچھا کہ خلاف توقع آج کل کیلے بہت سستے ہیں۔ اس نے بتایا کہ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ پھل کولڈ سٹورز میں بجلی نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ دیر رکھا نہیں جاسکتا اس لیے یہ لوگ اسے زیادہ دیر ذخیرہ نہیں کرپارہے۔ اور وہ اسے مارکیٹ میں لانے پر مجبور ہیں۔ اس سے میں بے ساختہ سبحان اللہ پکار اٹھا کہ اللہ اپنی مخلوق کو کس عجیب ذریعے سے رزق پہنچا رہا ہے ورنہ ہمارے یہ لوگ اس عام پھل کو سوسو روپے درجن تک پہنچا دیتے ہیں۔ ونسأل الله العافية ۔

یعنی ہم اپنے اللہ سے ہر طرح کی عافیت کا سوال کرتے ہیں۔



نقطۂ نظر

محمد سلیم چنیوٹی

امریکی میزائل حملے اور ہماری خاموشی

امریکی انتخابات ہوچکے، بش کے جانے کے بعد بارک اوبامہ مسند اقتدار پر آنے کے لیے بے تاب ہے۔ امریکی پالیسیاں پینٹا گون ترتیب دیتا ہے۔ بش مسلم کش کے دورِاقتدار میں مسلم امہ مجموعی طور پر پریشان ہی رہی۔ دنیا کی واحد سپر پاور ہونے کی دعوے دار اس حکومت نے عراق کو کھنڈر بنایا، افغانستان کو ویران کیا، پھر پاکستان میں (اتحادی بن کر) غیر علانیہ حملے کرکے اس کے عوام، بچوں، عورتوں اور مردوں کو تہ تیغ کیا۔ مشرف دورِ حکومت سے امریکیوں کا اتحادی ہونے کے ناتے امریکی حملے جس رفتار سے پاکستانی سرحدوں میں جاری ہیں، اس سے نتیجہ یہی اخذ ہورہا ہے کہ بارک اوبامہ کے دور میں بھی کوئی خاص فرق نہیں رہے گا۔ خدشہ ہے کہ اوبامہ بھی اسی طرح حملے جاری رکھنے کی پالیسی ہی جاری رکھے گا تاہم ہمارے نئے حکمرانوں نے بہت سی خوش فہمیاں پال رکھی ہیں۔ جب کہ موجودہ حکمران ہر میزائل حملے کے بعد فقط زبانی جمع خرچ کرتے ہیں اور معمولی سا احتجاجی بیان دے کر پاکستانیوں کا دل بہلاتے ہیں۔

ہماری بہادر افواج حاکم کے حکم کی پابند ہیں۔ حکمران کی دلیری اور نڈر ہونے کا تقاضا ہے کہ اس در دِسر یعنی امریکی حملوں کا سدباب ہونا چاہیے۔ افسوس صد افسوس کہ ہمارے مسلمان باسی امریکیوں کا تو ٹارگٹ ہیں ہی مگر ہماری اپنی افواج ''دہشت گردی'' کے خلاف جنگ کے عنوان سے اپنے بندوں کو خود ہی تہ تیغ کررہی ہیں، اور طرفہ تماشا یہ کہ اسے امریکا کی بجائے اپنی جنگ قرار دیا جارہا ہے۔

اس وقت ضرورت ہے کہ قومی سطح پر ہماری افواج، ہماری حکومت اور ہمارے عوام اتحاد، اتفاق، یکجہتی کا مظاہرہ کریں، سیاسی اور مذہبی سطح پر اختلافات سے کنارہ کشی کریں اور میدانِ عمل میں آئیں۔

امریکیوں نے امداد کے لالچ میں ہماری آنکھیں ہمیشہ بند کرکے اپنے مطلب کے کام کیے ہیں۔ مسلم امہ کی دولت، معدنی وسائل، تیل، تنصیبات واسلحے پر ہاتھ صاف کرکے اپنے من پسند افراد کو ہمیشہ اپنی نگرانی میں رکھا ہے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق امریکا ان دنوں شدید مالی واقتصادی بحران میں مبتلا ہے۔ اس کے بڑے بڑے مالیاتی ادارے دیوالیہ ہوگئے ہیں۔ ان حالات میں امریکا کو ایک عالمی تھانیدار کا روپ ختم کرکے اور روایتی غنڈہ گردی کے چنگل سے جلد نکلنا چاہیے۔

سیاہ فام نئے امریکی صدر بارک اوبامہ کا خاندانی تعلق اسلام سے بھی ہے۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ اس اسلامی تعلق کی بنا پر کچھ نہ کچھ اسلامی تعلیمات سے ضرور آگاہ ہوں گے، اگر نہیں تو انھیں انصاف پسندی کا دامن تھامتے ہوئے آئندہ فیصلوں میں اسلامی تعلیمات کا مطالعہ ضرور کرلینا چاہیے۔ تاکہ انھیں معلوم ہوسکے کہ اسلام اور مسلمانوں کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں۔

انھیں اسلامی رواداری اور انصاف کے دامن سے بھی استفادہ کرنا چاہیے۔ اگر وہ مسلم امہ کے خلاف بش کی پالیسیوں کا تسلسل توڑیں گے تو یہ بات خود امریکی مفادات کے لیے بھی اچھی سمجھی جائے گی۔

امریکا کو جو شدید مالی بحران کا سامنا ہے، یہ سب مظلوم اور بے گناہ مسلمانوں پر ناجائز حملوں کی وجہ سے ہے بارک اوبامہ کو چاہیے کہ وہ سابقہ دور حکومت کی پالیسیوں کو یکسر بدل دیں ورنہ امریکا مزید بحرانوں میں گھرا رہے گا اور ساتھ ساتھ امریکا کا ساتھ دینے والے مسلم حکمرانوں کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی لاٹھی برستی رہے گی۔ جس سے ان کے دلوں کا سکون اور چہروں کا اطمینان جاتا رہے گا۔ ہم پاکستانی حدود میں امریکی میزائل حملوں کی شدید مذمت کرتے ہیں اور اپنے شہداء، بچوں، عورتوں اور مردوں کی مغفرت وبلندیٔ درجات کے لیے دعا کرتے ہیں۔

اللہ کریم ہمارے حال پر رحم وکرم فرمائے۔ ہماری فوج، ہماری حکومت، ہمارے عوام اور ملک کو اپنے خاص فضل وکرم سے نوازے اور امن وآشتی استحکامِ ملی نصیب فرمائے، آمین یارب العالمین۔

''روشن خیالی'' اور روشنی

[سکول کی تقریب میں خطاب]

حافظ عبدالرحمٰن جنید

عزیزانِ گرامی قدر!

دورِ حاضر کے فتنوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اچھے الفاظ کو غلط معنوں میں اور برے مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اللہ کے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے بھی اس فتنے کی نشان دہی فرمائی تھی کہ...... ''ایک زمانہ آئے گا......لوگ سود کو تو حرام جانیں گے......مگر ......اُس کا نام اَور رکھ لیں گے۔''

اور آج ...... وہ زمانہ آچکا ہے کہ ''اِن ٹرسٹ'' اور ''مارک اپ'' وغیرہ ناموں سے سود کو حلال کرلیا گیا ہے......

بالکل یہی معاملہ ''روشن خیالی'' کے نعرے کا ہے ...... کہ ...... ایک اچھے لفظ کو مذموم مقاصد کے لیے بولا جاتا ہے ...... اب بتایے ......دنیا میں کون عقل مند ہے جو روشنی سے انکار کرتا ہو...... یا اُس سے نفرت کرتا ہو! ......لیکن سوال یہ ہے ...... کہ روشنی ہے کیا؟ ...... اور کہاں ہے؟ ......اور ملے گی کیسے؟ ...... کسے ملے گی؟

ہمارے حکم رانوں نے بے حیائی ......عریانیت ...... بد اخلاقی ...... احکام الٰہیہ کی پامالی ...... حدود اللہ سے بیزاری ...... اور شریعت اسلامیہ سے خلاصی و آزادی کا نام ''روشن خیالی'' رکھا ہوا ہے......اور حقیقت یہ ہے کہ ...... یہ دھوکے کے پلندے کے سوا کچھ نہیں ...... یہ سب بیرونی ...... بلکہ صاف کہتا ہوں کہ امریکی ایجنڈا ہے ...... ہمارے ملک کو جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا......جس کے لیے ہم نے لاکھوں جانوں اور آبروؤں کی قربانی دی تھی ......اور جس کے لیے...... ہم نے توحید و رسالت کا نعرہ لگایا تھا......جس کی بنیاد دوقومی نظریے پر رکھی گئی تھی ......اور جو اس لیے حاصل کیا گیا تھا کہ اس کے باشندے پوری آزادی کے ساتھ کتاب و سنت پر عمل کریں گے ...... آج اُسی ملک کو امریکی اشاروں پر ......مگر اپنے ہی وسائل و ذرائع ابلاغ کے ذریعے ...... اور پوری قوت کے ساتھ سیکولر ملک بنانے کی کوشش کی جارہی ہے!

عزیزانِ من!

روشنی صرف اسلام ہے جو تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا دین رہا ہے......اللہ رب العزت نے وحی کو نور قرار دیا ہے ......قرآن کو نورِ مبین فرمایا ہے...... آقائے دو جہان سیدنا و مرشدنا حضرت محمد ﷺ کے ارشاداتِ عالیہ اور احادیث مبارکہ نور ہیں ......اور ......اُن پر ایمان رکھنے والا ہر شخص ...... ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت ......یعنی تمام اہل اسلام ......اپنے اخلاق میں۔

اپنے کردار میں، اپنے معاملات میں ......اپنی تجارت و معیشت میں ......اپنی معاشرت میں ......اپنے عقائد و نظریات میں ......اپنے افکار اور خواہشات میں ......اپنی سیاست میں ......اپنی نجی اور انفرادی زندگی میں ......اپنے اجتماعی مسائل میں ......الغرض ...... ہر شعبۂ زندگی میں ......اسی منبع نور سے ......یعنی وحی الٰہی سے ......کتاب و سنت سے روشنی لیتے ہیں ...... ہر صاحب ایمان روشنی سے بولتا ہے، روشنی میں چلتا ہے ......اُس کے سینے میں ...... دل دماغ میں ......اعمال و اخلاق میں ......قرآن و حدیث کا نور ہوتا ہے اور ...... ہونا بھی چاہیے کہ اس کے بغیر ایمان کی تکمیل ممکن نہیں ...... مجھے بصد افسوس کہنا پڑ رہا ہے کہ

آج ...... ہم نے اُس عالم گیر نور سے منہ موڑا ہوا ہے ...... اللہ فرماتا ہے:

اللہ نور السمٰوٰتِ والأرض ...

اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور ...

قد جاءَ کم من اللہ نور و کتب مبین

اور آنحضرت ﷺ سے دعائے نور مروی ہے...... ((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا)) ...... الٰہی! ...... میرے دل میں ...... آنکھوں میں ...... کانوں میں ...... جسم کے انگ انگ میں ...... جوڑ جوڑ میں ...... گودے میں ...... خون میں ...... اور ریشے ریشے میں نور بسادے۔

آیے!

یہ ہے نور ...... اور اسی نور کے پیروکار حقیقی معنوں میں روشن خیال، روشن فکر...... اور روشن عمل ہیں ......

مگر ...... ہماری تہذیب حاضر ...... اور حکومت ماضیہ وحاضرہ جس روشنی اور روشن خیالی کا علم اٹھائے ہوئے ہے وہ...... سراسر تاریکی ہے...... ظلمت ہے بلکہ...... ظلمات ہے...... جس طرح کہ میرے رب نے قرآن میں فرمایا ہے کہ......

﴿ ظُلُمٰتٌ بَعْضُھَا فَوْقَ بَعْضٍ ﴾ ...... یعنی تاریکیاں ہیں کہ ...... ایک دوسرے پر چڑھی ہوئیں ......

بلکہ یوں کہیے کہ حکومتوں کی ''روشن خیالی'' گمراہی کا دوسرا نام ہے۔



تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

ایک مجلس میں تین طلاقیں اوراس کا شرعی حل

تالیف وترتیب: حافظ صلاح الدین یوسف

ضخامت: ۲۳۶صفحات

قیمت: درج نہیں

ناشر: دارالسلام، 36 لوئر مال سیکرٹریٹ سٹاپ لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

اسلام ایک کامل واکمل دین ہے۔اس دین کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ہر طرح کے مسائل یعنی رہنے سہنے کے طریقے، اجتماعی وانفرادی زندگی، نکاح وطلاق، بیوی وشوہر کے حقوق وغیرہ کی تعلیم سے مسلمانوں کو روشناس کرایا گیا ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب طلاق کے اہم موضوع پر تحریر کی گئی ہے۔مرد وعورت میں نکاح جیسا مقدس رشتہ قائم ہو جانے کے بعد دنیا کے بیشتر مذاہب میں اس رشتے سے علیحدگی اور طلاق کا تصور نہیں ہے۔اسلام نے میاں بیوی کو اکٹھا رہنے، ایک دوسرے سے محبت ویگانگت کے طریقے بھی سکھا دیے ہیں۔اس محبت ویگانگت میں اگر کسی موقع پر ہم آہنگی نہ رہے اور آپس میں دونوں کا تعلق استوار رکھنا گھمبیر صورت اختیار کر لے تو اسلام نے میاں بیوی میں علیحدگی یعنی طلاق کا طریقہ بھی سمجھا دیا ہے۔

فاضل مؤلف نے اس کتاب میں طلاق کے مسئلے پر دل کھول کر دلائل مہیا کیے ہیں۔

ہمارے معاشرے یعنی برصغیر میں بیک وقت تین طلاقوں کے ذریعے ایک عرصے سے قائم میاں اور بیوی کے تعلق کو یک دم ختم کر کے دونوں میں تفریق کروا دی جاتی ہے۔حالاں کہ طلاق کا طریقہ وقانونِ شریعت نے جو وضع فرمایا ہے اس طریقے کو بیشتر حنفی افراد وعلماء نظر انداز کر دیتے ہیں اور اس تعلق کو دوبارہ جاری رکھنے کے لیے مروّجہ حلالہ تجویز کر دیتے ہیں۔اس کتاب میں مروّجہ حلالہ کی حقیقت اور اسے حرام ثابت کیا گیا ہے۔

بیک وقت تین طلاقوں کا تصور، اس کا ردّ، اس مسئلے کا سد باب پیش فرما کر علمائے احناف میں سے اکثر کا موقف کہ ''بیک وقت تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی'' کے بارے ان کی کتابوں کے حوالے اور جواز اکٹھے کر کے عامۃ الناس کے لیے اس مسئلے کو سمجھنے میں بڑی آسانی مہیا کر دی ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں برصغیر کے بعض علمائے احناف (حنفی وبریلوی) کا مؤقف جو الحمدللہ اہلِ حدیث کے موقف کے قریب ترین ہے کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ان علمائے کرام کے اسمائے گرامی ملاحظہ فرمائیں:

مولانا شمس پیرزادہ (بمبئی)، مولانا سید احمد عروج قادری (رام پور، بھارت)، سید محفوظ الرحمٰن قاسمی (دیوبند)، مفتی کفائت اللہ دہلوی (انڈیا) ان کے علاوہ پاکستانی علمائے احناف میں سے درج ذیل ہیں:

مولانا پیر کرم شاہ صاحب الازہری، مولانا پیر عبدالحلیم قاسمی، مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں، ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری، ڈاکٹر رضوان علی ندوی، مولانا احمد الرحمٰن اسلام آباد ودیگر شامل ہیں۔

مؤلف محترم مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ صاحب نے اس کتاب کو جس حسین پیرائے میں مرتب فرمایا ہے وہ لائق تحسین ہے۔

عام فہم اسلوب میں لکھی گئی کتاب جہاں علمائے احناف کے تین طلاق کے متعلق موقف کا اظہار ہے وہاں مذاہب اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) کے فتاویٰ بھی اکٹھے کرکے شائع کیے ہیں۔

اہل حدیث پر اعتراضات کے ضمن میں بھی اس کتاب میں سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ مقلدین نے جس طرح ہر مسئلے پر اہل حدیث سے اختلاف کیا ہے۔ مسئلہ تین طلاق پر بھی ان کے اختلاف کا ردّ اس کتاب میں شامل ہے۔ کمپیوٹر کمپوزنگ، جلد مضبوط، کاغذ عمدہ، طباعت بہترین ہے۔

رسوماتِ محرم الحرام اور سانحہ کربلا

تالیف: **حافظ صلاح الدین یوسف**

ضخامت: **۱۱۲ صفحات**

قیمت: **درج نہیں**

ناشر: **دارالسلام، 36 لوئر مال سیکرٹریٹ سٹاپ لاہور**

تبصرہ نگار: **محمد سلیم چنیوٹی**

اسلامی سن ہجری کا آغاز جناب سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ۱۷ھ میں ہوا تھا۔ اور یہ محرم الحرام کا مہینہ تھا۔

اسلام کی پوری تاریخ میں اسلام کے نام لیواؤں، بلاتفریق اکابر واصاغر کے بے شمار شہادتیں، روح فرسا سانحات وواقعات رونما ہوئے۔

محرم الحرام کا مہینہ بھی ان سانحات سے خالی نہ رہا۔ خود سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کا افسوس ناک واقعہ اسی محرم الحرام کی یکم کو رونما ہوا تھا۔ اس واقعے پر مسلمان اپنے عظیم محسن، مرادِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محروم ہوگئے اور اس واقعے سے ایک بڑے نقصان سے بھی دوچار ہوئے کہ آپ رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی، بہادر جرنیل، مدبر سیاست دان، اسلامی غیرت وحمیت سے سرشار شخصیت تھے۔

ایک اور سانحہ محرم الحرام ہی کی دس تاریخ کو ہوا۔ اس سانحے کو مسلمان سانحہ کربلا سے جانتے ہیں۔ جس میں نواسہ رسول، جگر گوشہ بتول جنابِ حسین ابن علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سمیت جامِ شہادت نوش فرمایا۔

سانحہ کربلا یکا یک رونما نہیں ہوگیا تھا بلکہ اس سانحے کے رونما ہونے میں قدم بہ قدم بڑھوتی ہوتی رہی۔ لمحہ لمحہ خطرات وامیدیں ابھرتی رہیں اور کافی عرصے سے سرد جنگ جاری تھی پھر وہ آخری دس دن آئے جن میں یہ افسوس ناک، اندوہ ناک، اہل اسلام کو ایک بڑے فتنے میں ہمیشہ مبتلا کردینے والا واقعہ وقوع پذیر ہوا تھا۔ اس واقعے کو بغور دیکھا جائے تو اس میں قضا وقدر والا معاملہ ہی زیادہ کار فرما نظر آئے گا۔

زیر تبصرہ کتاب میں مؤلف موصوف نے اپنے تئیں حقیقت حال درج کردی ہے۔ ساتھ ساتھ یہ بات بھی ثابت کی ہے کہ اس ماہ میں جو جو رسومات اور بدعات ہوتی ہیں، یہ اسلام میں کسی درجے کو نہیں پہنچتی بلکہ محض دیکھا دیکھی یہ رواج پذیر ہوچکی ہیں۔

اس کتاب کے زیادہ تر مخاطب اہل سنت کو کیا گیا ہے اور انھیں تلقین کے انداز میں سمجھایا گیا ہے کہ وہ اپنے عقائد، طریقے اور رواج قرآن وسنت، محبت اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل سنت کے مطابق کریں۔

تمام مسلمان، اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست پر بجائے جزع وفزع، طعن وتشنیع اور تنقید کے اپنی فراست، ذہانت استعمال کرکے اسلامی تعلیمات کے تاریخی نکتہ نظر سے آشنائی حاصل کریں۔

اس کتاب میں بعض تاریخی پہلو ایسے بھی قارئین کو ملیں گے جو کسی طبع نازک پر گراں گزریں مگر تاریخ تو تاریخ ہوتی ہے۔ اسے خلط ملط کردیا جائے تو معاملے کے بگاڑ میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ مؤلف موصوف نے سانحہ کربلا کو واضح کیا ہے اور اس ماہ میں کی جانے والی بدعات ورسومات کو قرآن وحدیث اور آثار صحابہ کے حوالے سے ان کا ردّ کیا ہے۔

یہ کتاب واقعاتی اعتبار سے بڑی معلوماتی ہے۔ اہل ذوق اسے ضرور حاصل کریں۔ کمپیوٹر کمپوزنگ، کارڈ کور ہے۔



فہرست کتب

۳۲۱۱ء۲۹۷ مولوی محمد عاشق صاحب (مجموعہ ۸ کتب)
ع ۷ا ا اجتناء الثمر فی احکام رکعتی الفجر، ص:۲۳، مطبع حمیدیہ سٹیم پریس لاہور
۲۔ رکعات التراویح مع اضافات وضمیمہ، ص:۴۰، حافظ عبداللہ غازی پوری
۳۔ رسالہ بدعات مروجہ کی تردید، ص:۲۰، محدث روپڑی
۴۔ تقابل اربعہ کی حقیقت کا اظہار، ص:۲۴، جماعۃ المسلمین
۵۔ تحفہ عزیزیہ، ص:۸، عبدالعزیز صوفی
۶۔ امارت شرعیہ، ص:۲۰، شیخ فضل بن شیخ غلام محمد
۷۔ نافع المسلمین (منظوم پنجابی) ص:۸، عبدالعزیز بن مولوی غلام رسول

۳۲۱۱ء۲۹۷ مولانا عبدالجبار محدث
ع ۷ا ا الانصاف لرفع الاختلاف ملقب بہ خاتمہ اختلاف، ص:۱۱۶، دارالکتب السّلفیہ لاہور۔ س، ن

۳۲۱۱ء۲۹۷ ابومسعود عبدالجبار سلفی
ع ۲۷ن نماز کے بعد دعائے اجتماعی، ص:۱۳۱، بیت الحکمت لاہور ۲۰۰۵ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ مولانا عبدالجبار سلفی
ع ۲۷ف فرضی نمازوں کے بعد دعائے اجتماعی کے فضائل ودلائل، ص:۵۲، فیض اللہ اکیڈمی لاہور

۳۲۱۱ء۲۹۷ علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری
ع ۳۴ق القول السدید فیما یتعلق بکتبیرات العید، ص:۶۷، مکتبہ السنہ الدار السّلفیہ کراچی ۱۹۶۸ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ عبدالرشید انصاری
ع ۳۶۵ب البرہان، ص:۸۸، عبدالرشید انصاری سرفراز کالونی گوجرانوالہ ۱۹۹۰ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ عبدالرشید انصاری
ع ۳۶۵ا اپیل، ص:۲۷، عبدالرشید انصاری سرفراز کالونی گوجرانوالہ ۱۹۸۹ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ مولانا محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری
ع ۳۴ن نورالابصار، ص:۱۲۸، جمعیت شان اہل حدیث خالد آباد فیصل آباد ۱۹۷۸ء

۳۲۱۱ء۲۹۷ حکیم عبدالرحمٰن خلیق
ع ۳۴ر رفع الیدین، ص:۱۶، طاہر وحید بٹ بادامی باغ لاہور
۲۔ مسائل رمضان پر مدلل رسالہ، ص:۳۱، اہل حدیث سٹوڈنٹس فیڈریشن خانیوال

۳۲۱۱ء۲۹۷ مولانا عبدالرشید کشمیری (مجموعہ ۵ کتب)
ع ۳۶۵س ا۔ سنت رسول الثقلین فی ترک رفع الیدین، ص:۴۸، المکتبۃ القاسمیہ اردو بازار لاہور
۲۔ خیر التنقید فی سیر التقلید، ص:۶۶، مولانا خیر محمد
۳۔ فصل الخطاب فی تحقیق مسئلہ الغراب، ص:۱۲۸، مولانا محمد نصیرالدین میرٹھی
۴۔ محبتیں (حصہ دوم) بہجۃ القلوب، ص:۴۸، محمد اقبال
۵۔ مجلس اشاعت الاسلام دل کے اغراض ومقاصد، ص:۳۶

۳۲۱۱ء۲۹۷ عبدالرشید انصاری
ع ۳۶۵ن نماز میں سورۃ فاتحہ کی اہمیت کتاب وسنت کی روشنی میں (حصہ اوّل) ص:۱۶۰، عبدالرشید انصاری سرفراز کالونی گوجرانوالہ

۳۲۱۱ء۲۹۷ عبدالرشید انصاری
ع ۳۶۵ھ ہلاکت سے بچنے کا راستہ، ص:۱۰۵، عبدالرشید انصاری

سرفراز کالونی گوجرانوالہ
۳۲۱۱ء۲۹۷ حکیم عمادالدین قریشی
ع۹۳۵ا التحقیق الحسن فی نفی الدعا الاجتماعی بعد الفرائض والسنن، ص:۲۵۱، محمد ذاکر کتب فروش جیل وشیخ میرک روڈ بلوچستان پاکستان۱۹۸۲ء
۳۲۱۱ء۲۹۷ ابوعمر عبدالعزیز نورستانی
ع۱۴ش شفاء العمی فی صلوٰۃ النبی ﷺ، ص:۳۱، الجامعہ الاثریہ پشاور۔س،ن
۳۲۱۱ء۲۹۷ حافظ عبداللطیف صاحب
ع۴۰ص صفوں کی درستگی، ص:۱۵، عبدالصمد امین پور بازار فیصل آباد۔س،ن
۳۲۱۱ء۲۹۷ عبدالعزیز نورستانی
ع۱۴ص قال النبی ﷺ صلوا، ص:۶۳، ادارہ تبلیغ اسلام اہل حدیث جام پور
۳۲۱۱ء۲۹۷ عبدالرحمٰن عاجز
ع۱۴م مقام نماز، ص:۵۲۸، رحمانیہ دارالکتب فیصل آباد۱۹۹۰ء
۳۲۱۱ء۲۹۷ حافظ عمران ایوب لاہوری
ع۹۴۲ن نماز کی کتاب، ص:۳۳۴، فقہ الحدیث پبلی کیشنز لاہور جولائی۲۰۰۴ء
۳۲۱۱ء۲۹۷ شاہ عبدالعزیز دہلوی (مجموعہ۱۳کتب)
ع۱۴ف فتوی مولانا شاہ عبدالعزیز دربارفرضیت قراءۃ فاتحہ خلف الامام، ص:۱۱۲، مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ۔لاہور
۲۔فاتحہ خلف الامام، خالد گھر جاکھی
۳۔رسالہ فاتحہ خلف الامام
۴۔مغالطات احسن الکلام، قاضی مقبول احمد
۵۔رسالہ رکوع میں ملنے سے رکعت ہوجانے کا مدلل ثبوت
۶۔مدرک رکوع مدرک رکعت نہیں ہے۔
۷۔اثبات رفع الیدین
۸۔رسالہ رفع الیدین
۹۔تین طلاقیں
۱۰۔کیا آٹھ رکعت تراویح بدعت ہے؟
۱۱۔سچا کون ہے؟
۱۲۔قول فیصل
۱۳۔الشمس صلوٰۃ الجمعہ نمبر
۱۴۔تعارف اہل حدیث
۳۲۱۱ء۲۹۷ مولانا ابوعمر عبدالعزیز النورستانی
ع۱۴۱ المعلوم علی الجہل، ص:۱۰۱، تنظیم طلبہ اہل حدیث صوبہ سرحد۔س،ن
۳۲۱۱ء۲۹۷ عبدالغفار حسن سلفی
ع۴۴م مناظرہ آٹھ تراویح، ص:۳۱، مکتبہ سعودیہ بنس روڈ کراچی
۳۲۱۱ء۲۹۷ فضیلۃ الشیخ محمد صالح العثیمین، مترجم: عبدالرشید اظہر
ع۶۳۵ سجدہ سہو کے احکام، ص:۲۴، مکتب الدعوۃ اسلام آباد۔س،ن
۳۲۱۱ء۲۹۷ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز
ب۱۸۲ص صلوٰۃ الرسول ﷺ، ص:۱۱۰، دارالداعی للنشر والتوزیع ریاض۱۹۹۹ء
۳۲۱۱ء۲۹۷ عبدالغفور اثری
ع۴۵ر رضا خانی اشتہار پر ایک نظر، ص:۹۶، اہل حدیث یوتھ فورس سیالکوٹ۱۹۹۲ء
۳۲۱۱ء۲۹۷ ابن عبدالغنی
ع۴۶ح حقیقت الصلوٰۃ، ص:۳۰، مشرقی کتب خانہ لاہور، س،ن
۳۲۱۱ء۲۹۷ محمد عبدالغفور شرقپوری
ع۴۵ن نمازی کے پاس باآواز ذکر جائز ہے یا نہیں؟ ص:۳۲، ادارہ صراطِ مستقیم لاہور
۳۲۱۱ء۲۹۷ عبدالقدوس
ع۴۸ت تعریف اہل سنت اور مسنون تراویح، ص:۶۲، سلفیہ

رائزنگ انجینئر یونیورسٹی لاہور

۳۲۱۱ء ۲۹۷ ابوعمر فضل الحق عبدالکریم

ع۱۵۰۱ اظہار حق، ص:۷۹، سلفیہ سلم ایجوکیشنل سرینگر کشمیر۔ س،ن

۳۲۱۱ء ۲۹۷ رضاء اللہ عبدالکریم

ع۵۰۱ع عید الاضحیٰ کے احکام وفضائل، ص:۱۱۴، المعرمد الاسلامی السّلفی بریلی۔ یوپی

۳۲۱۱ء ۲۹۷ محمد عبداللطیف

ع۵۰۵ق قرۃ العین، ص:۱۴۷، ارجو اکیڈمی لاہور۔ س، ن

۳۲۱۱ء ۲۹۷ حافظ عبدالمتین میمن

ع۵۱۲ح حدیث نماز، ص:۱۷۶، ادارہ الاسلام پشاور پاکستان۔ س،ن

۳۲۱۱ء ۲۹۷ مولانا عبدالمتین بنارسی

ع۵۱۲۷ف فتویٰ کراہت نماز جنازہ درون مسجد پر ایک نظر، ص:۱۱۰، مطبع جمہوریہ محلّہ پھاٹک بنارس ۱۹۲۵ء

۲۔ صیانۃ المقتصدین عن تلبیسات نصرۃ المجتہدین، ص:۲۳۶، مولوی محمد سعید

۳۲۱۱ء ۲۹۷ ابومحمد عبدالقادر سندھی، مترجم: مولانا محمد خالد سیف

ع۷۴م مسئلہ رفع الیدین، ص:۲۰۷، طارق اکیڈمی فیصل آباد ۲۰۰۳ء

۳۲۱۱ء ۲۹۷ مولانا حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری

ع۵۳۲ت تعداد تراویح بجواب بیس رکعت تراویح کا شرعی ثبوت، ص:۱۹۶، نورالدین خادم اہل حدیث جامع مسجد قدس اہل حدیث جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

۳۲۱۱ء ۲۹۷ حافظ محمد گوندلوی

م۲۸م مسئلہ رفع الیدین پر محققانہ نظر، ص:۱۹۹، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور جنوری ۲۰۰۱ء

۳۲۱۱ء ۲۹۷

ع۵۳۲م مسئلہ رفع الیدین تحریری مناظرہ مابین حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری وقاری جمیل احمد صاحب حنفی، ص:۲۰۶، نور الدین خادم اہل حدیث سرفراز کالونی گوجرانوالہ رمضان ۱۴۰۸ھ

۳۲۱۱ء ۲۹۷ عبدالمنان نور پوری صاحب

ع۵۳۲ن نماز میں ہاتھ اٹھانے اور باندھنے کی کیفیت، ص:۴۸، نورالدین خادم اہل حدیث سرفراز کالونی گوجرانوالہ ۱۴۰۸ھ

۳۲۱۱ء ۲۹۷ حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ

ع۵۸ا اہل حدیث کے امتیازی مسائل، ص:۱۱۶، مکتبہ دارالحدیث راجووال ساہیوال رجب ۱۳۹۲ھ

❀❀............❀............❀❀

پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغِ چمن
پھول ہیں صحرا ہیں یا پریاں قطار اندر قطار
اُودے اُودے ، نیلے نیلے ، پیلے پیلے پیرہن
برگِ گل پر رکھ گئی شبنم کا موتی بادِ صبح
اور چمکاتی ہے اس موتی کو سورج کی کرن
حسنِ بے پروا کو اپنی بے نقابی کے لیے
ہوں اگر شہروں سے بَن پیارے تو شہر اچھے کہ بن؟
اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن ، اپنا تو بن!
من کی دنیا ؟ من کی دنیا سوز و مستی جذب و شوق
تن کی دنیا ؟ تن کی دنیا سود و سودا مکر و فن
من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دولت چھاؤں ہے ! آتا ہے دھن ، جاتا ہے دھن!
من کی دنیا میں نہ پایا میں نے افرنگی کا راج
من کی دنیا میں نہ دیکھے میں نے شیخ و برہمن
پانی پانی کر گئی مُجکو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا ، نہ تن!

۱۔سبزہ ۲۔بینگنی رنگ ۳۔جنگل،صحراء، بیابان ۴۔مال، جائداد[بالِ جبریل]